امام احمد رضا کا نظریۂ تعلیم

محمد جلال الدین قادری

ذخیرہ کتب
محمد احمد ترازی

مرکزی مجلسِ رضا لاہور

امام احمد رضا قدس سرہٗ

کا

نظریۂ تعلیم

محمد جلال الدین قادری

بانیِ مجلس :- حکیم اہلِ سُنّت حکیم محمّد موسیٰ امرتسری

سلسلۂ مطبوعات مرکزی مجلسِ رضا - ۶۷

نام کتاب ــــــــ امام احمد رضا کا نظریۂ تعلیم

موٴلف ــــــــ محمد جلال الدین قادری

ناشر ــــــــ مرکزی مجلسِ رضا۔ لاہور

مطبع ــــــــ محمود ریاض پرنٹرز۔ لاہور

ہدیہ ــــــــ دُعائے خیر بحق معاونینِ مجلسِ رضا

تعداد ــــــــ چار ہزار - بار اوّل ربیع اوّل ۱۴۰۵ھ دسمبر ۱۹۸۴ء

بذریعہ ڈاک منگوانے کا پتا

مرکزی مجلسِ رضا (رجسٹرڈ) پوسٹ بکس نمبر ۲۲۰۶ - لاہور

بیرون جات کے حضرات دو روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب کریں

آئینہ

انتساب

گرامی عزت والد ماجد حضرت قبلہ مولانا
خواجہ دین مجددی دامت برکاتہم العالیہ کی پُر خلوص دعاؤں کے ساتھ
قدوۃ العلماء الراسخین حضرت شیخ الحدیث ابوالفضل
محمد سردار احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محدّثِ اعظم پاکستان

کی بارگاہ میں اس کتاب کو پیش کرتا ہوں۔

ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

؎ بادشاہا شکرِ سلطانیٔ خویش
یک نگاہے بر گدائے سینہ ریش

محمد جلال الدین قادری عفی عنہ

---

[1] افسوس کہ حضرت مولانا ممدوح کا ۱۰ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ ہجری ۶ اکتوبر ۱۹۸۴ء کو انتقال ہو گیا۔
ادارہ آپ کے لئے ایصالِ ثواب کا متمنی ہے (ادارہ)

تقدیم

آج سے کم و بیش سولہ سال قبل وہ دن کس قدر مبارک ہوگا جب مرکزی مجلسِ رضا لاہور کا قیام عمل میں آیا یوں نصف صدی بعد پہلی بار اہلسنت نے کتاب کی اہمیت کو محسوس کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کئی ایک اشاعتی ادارے وجود میں آگئے اور سنّی لٹریچر کے فقدان میں کمی ہوتی چلی گئی۔ درحقیقت یہ مجلس رضا کی تحریک کا فیضان تھا۔ اس انقلاب کے حوالے سے حکیم اہلسنت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہٗ (بانی و سرپرست اعلیٰ مرکزی مجلسِ رضا رجسٹرڈ) کی خدمات قابلِ تحسین ہیں۔

مرکزی مجلسِ رضا رجسٹرڈ لاہور کی تشکیل کے جو مقاصد متعیّن کئے گئے ان میں مجدد الأمۃ امام احمد رضا بریلوی قدس سرّہٗ العزیز کی حیات، تعلیمات خدمات اور دیگر علمائے اہلسنّت کی تصانیف کی وسیع پیمانے پر اشاعت سرِفہرست تھی اس لئے اشاعت کتب (بلاقیمت) کو اولیّت دی گئی۔

مجموعی طور پر اب تک تین لاکھ ستائیس ہزار کتابیں مختلف زبانوں (عربی، اردو، انگریزی، پشتو اور سندھی) میں طبع کرواکے اطراف و اکناف عالم میں پہنچائی جا چکی ہیں۔ ان میں سے بیشتر کتابوں کے تین تین چار چار ایڈیشن شائع ہوئے بعض کتابوں کے اس سے بھی زیادہ ایڈیشن نکلے خصوصاً محاسنِ کنزالایمان ۱۱ مرتبہ (تعداد ۶۹ ہزار) فضائل درود و سلام ۱۶ مرتبہ (تعداد ۳۰ ہزار)، اور خاک حجاز کے نگہبان ۳ مرتبہ (۱۳ ہزار) شائع ہوئیں۔ کنزالایمان کے خلاف سازش اور اس کا مثبت جواب تو پہلی مرتبہ ہی دس ہزار کی تعداد میں شائع ہوئی یہ انقلابی سلسلہ آج

بھی پورے التزام کے ساتھ جاری ہے۔ زیرِ نظر کتاب اس سلسلے کی ساتویں کڑی ہے۔

مرکزی مجلس رضا کی اس تحریک کے اثرات کسی خاص علاقہ تک محدود نہیں رہے بلکہ ان کا دائرہ کار دنیا بھر کے اہل قلم پر محیط ہے۔ اس بات کا اندازہ مجلس کو موصول ہونے والے خطوط سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بے پناہ فضل و کرم اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بے کراں رحمت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ مجلس اپنے بنیادی اشاعتی پروگرام میں تسلسل برقرار رکھتے ہوئے اپنے قائم کردہ ذیلی شعبوں پر بھی بھرپور توجہ دے رہی ہے۔

تین ماہ کی مختصر مدت میں مسجد رضا واقع محمدی سٹریٹ چاہ میراں لاہور کی تعمیر اور تزئین و آرائش کی تکمیل مجلس رضا کا کوئی کم کارنامہ نہیں، جسے معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیا جائے۔

شیخ العرب والعجم شاہ ضیاء الدین احمد قادری مہاجر مدنی خلیفہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہما کے نام پر قائم مدرسہ ضیاء الاسلام واقع مسجد رضا میں اس وقت دو صد سے زائد بچے قرآنِ مجید کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

نادار مریضوں کو مفت طبی امداد مہیا کرنے کی خاطر مسجد رضا سے ملحق رضا فری ڈسپنسری عرصہ دو سال سے مصروفِ کار ہے جہاں روزانہ کثیر التعداد مریض علاج کی غرض سے آتے ہیں اور جسمانی بیماریوں سے شفا پاتے ہیں۔

مسجد رضا میں واقع رضا لائبریری سے پڑھے لکھے لوگ فکری عوارض سے شفایاب ہوتے ہیں اور عامۃ الناس لاعلمی کے اندھیروں سے نجات حاصل کرتے ہیں۔

کچھ کتاب کے بارے میں

؎ ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ چودھویں صدی کے مجدد برحق تھے۔ یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے جس پر علمائے حرمین شریفین، پاک و ہند و دیگر بلاد اسلامیہ بیک زبان رطب اللسان ہیں۔ [۱]

اگر ہم تاریخ کے اوراق پلٹتے ہوئے آج سے پون صدی قبل کے مجموعی ماحول پر نگاہ دوڑائیں تو ہر طرف ملّتِ اسلامیہ کے بنیادی اعتقاد اور اجتماعی مفاد کے خلاف سازشوں کے جال بکھرے نظر آتے ہیں۔ [۲] یہی وہ حالات تھے جن میں امام

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: "چودھویں صدی کے مجدد" مصنفہ ملک العلما مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ طبع مکتبہ رضویہ لاہور۔

[۲] ۱: تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: تقدیس الوکیل (مقدمہ) علامہ اقبال احمد فاروقی طبع لاہور

۲: حیات صدر الافاضل مرتبہ حکیم سید غلام معین الدین نعیمی علیہ الرحمہ طبع لاہور

۳: افاضات صدر الافاضل 〃 〃 〃 〃

۴: مذاہب الاسلام مصنفہ حکیم نجم الغنی رامپوری طبع لاہور

۵: رسائل رضویہ (جلد دوم) مرتبہ عبد الحکیم خاں اختر شاہجہان پوری طبع لاہور

۶: الصوارم الہندیہ (مقدمہ) 〃 〃 〃 طبع ساہیوال

۷: تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم مصنفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد طبع لاہور

۸: گناہ بے گناہی 〃 〃 〃 〃 〃 〃 کراچی

۹. نور و نار 〃 〃 طبع کراچی

۱۰: علی ان پلیٹنس (انگریزی) ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی (مرحوم)

احمد رضا قدس سرہٗ پوری مجددانہ شان و شوکت، مصلحانہ جاہ و جلال اور حکیمانہ تدبر و فراست کے ساتھ میدانِ عمل میں تشریف لائے۔ اساسِ ایمان عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے دل و دماغ سے محو کر دینے والی ہر نام نہاد اصلاحی تحریک، تنظیم، تحریر اور تقریر کا اپنی تیغِ قلم سے قلع قمع کیا اور مسلمانوں کی فلاح و کامرانی کو صرف اور صرف غلامئ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ قرار دیا۔

جناب میاں عبدالرشید (کالم نگار نورِ بصیرت) رقمطراز ہیں

"برعظیم پاک و ہند کے مسلمانوں کو سیاسی خودکشی سے بچانے اور ان کے ایمان کو اندرونی اور بیرونی حملوں سے محفوظ رکھنے کے سلسلہ میں حضرت احمد رضا خاں بریلوی نے جو گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ وہ لائق صد ستائش ہیں۔" [1]

برٹش گورنمنٹ نے اپنے اقتدار کو استحکام بخشنا چاہا تو عیسائیت کی تبلیغ اور اپنی ثقافت کی ترویج کو ضروری سمجھا ؏

پسلی پھڑک اٹھی نگہ انتخاب کی

لہٰذا شعبہ تعلیم کو مشرف بہ عیسائیت کرنے کی سوجھی خاتم الحکما، شہیدِ آزادی حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی نور اللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں۔

"انہوں (انگریزی) نے بچوں اور نافہموں کی تعلیم اور زبان و دین کی تلقین کے لئے شہروں اور دیہات میں مدرسے قائم کئے۔ پچھلے زمانے کے علوم و معارف اور مدارس و مکاتب

---

[1] پاکستان کا پس منظر اور پیش منظر از میاں عبدالرشید ص ۱۱۵ طبع پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۸۲ء

Marfat.com

کے مٹانے کی پوری کوشش کی"[1]

اس بات کی تصدیق لارڈ میکالے کے ان الفاظ سے کی جا سکتی ہے۔

"ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیئے جو ہم میں اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان مترجم ہو اور یہ ایسی جماعت ہونی چاہیئے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مذاق، رائے، زبان اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو"[2]

اس پروگرام کے مضمرات کو امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی دُور رس نگاہوں نے بھانپ لیا۔ چودھویں صدی کے مجدد برحق ہونے کی حیثیت سے دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح تعلیم و تدریس کے شعبہ میں بھی تجدید و اصلاح کی طرف توجہ فرمائی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے نظام تعلیم کے تحت فارغ التحصیل ہونے والے ماہرینِ تعلیم کے مذموم عزائم کو طشت از بام کیا۔ ان کے مرتبہ نصابِ تعلیم اور طرزِ تعلیم کو مسترد کرتے ہوئے احکام قرآن و حدیث اور ارشادات صلحائے اُمت پر مبنی نصاب تعلیم، طرز تعلیم اور ذرائع تعلیم کا برملا اظہار فرمایا۔

اس ضمن میں آپ کے فرمودات رہتی دنیا تک مینارۂ نور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جن کی تفصیلات آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

چند سال قبل پنجاب یونی ورسٹی کی طرف سے بی ایڈ اور ایم، ایڈ کے طلبہ کو مشاہیر اہل علم کے تعلیمی نظریات پر مقالات لکھنے کا موضوع دیا گیا۔ اس فہرست میں امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی بھی شامل تھا۔ چنانچہ جو طلبا

---

[1] الثورۃ الہندیہ مصنفہ خاتم الحکماء علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۵۵ مکتبہ قادریہ لاہور۔

[2] باغی ہندوستان (مقدمہ) از عبد الشاہد خاں شروانی ص ۲۱ طبع لاہور

امام احمد رضا پر مقالہ لکھنا چاہتے تھے انہوں نے مواد کے حصول کے لئے جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی طرف رجوع کیا۔ حکیم اہلسنت نے اس ضرورت کو محسوس فرماتے ہوئے شعبہ تعلیم سے منسلک محقق اور مؤرخ جناب محمد جلال الدین قادری کو اس طرف متوجہ کیا۔ سوان کی تحقیق وجستجو "امام احمد رضا کا نظریہ تعلیم" کی صورت میں آپ کے پیش نظر ہے۔

محترم قادری صاحب جس محنت اور لگن کے ساتھ اس منفرد اور وقت طلب موضوع پر منتشر مواد کو یکجا کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اس پر انہیں بے اختیار داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ اس کتاب کی علمی افادیت کے پیش نظر یہ مطالبہ بے جا نہ ہو گا کہ پنجاب یونیورسٹی اسے بی۔ ایڈ اور ایم۔ ایڈ کے متعلمین کے لئے ایک رہنما کتاب (   ) قرار دے۔

فاضل مصنف کی یہ گرانقدر تحقیق اس موضوع پر حرف آخر نہیں بلکہ نقطۂ آغاز کا درجہ رکھتی ہے ہم بجا طور پر اہلِ علم اور ماہرینِ تعلیم سے اس موضوع پر مزید کام کی توقع رکھتے ہیں۔ مرکزی مجلس رضا (رجسٹرڈ)، لاہور ان کی تحریری کاوشوں کا خیر مقدم کرے گی اور انہیں شائع کرنے میں فخر محسوس کرے گی۔

کچھ مصنف کے بارے میں

ضلع گجرات کی تحصیل کھاریاں میں ایک گاؤں چوہدو نام کا واقع ہے۔ اس گاؤں کی ایک درویش منش شخصیت مولینا خواج دین[1] کے ہاں

---

[1] افسوس کہ حضرت مولینا خواج دین مجددی ۱۰ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ کو سوئے جنت کوچ فرما گئے۔ اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون۔ انکے انتقال سے علاقہ ایک سادگی کے پیکر، درویشی کے مرقع تقویٰ کی علامت رزق حلال کے خوگر، صائم الدہر اور قائم اللیل راسخ العقیدہ مسلمان سے ہمیشہ کیلئے محروم ہو گیا۔ جہوبر

یکم جمادی الآخرہ ۱۳۵۶ھ بمطابق ۲۹ جولائی ۱۹۳۷ء کو ایک بچہ پیدا ہوا جو آگے چل کر دنیائے علم و ادب میں ایک خاص مقام کا مالک ہوا۔

میری مراد اس سے جناب محمد جلال الدین قادری کی ذات ہے جو کہ زیرِ نظر کتاب کے مصنف ہیں۔ آپ بیک وقت منجھے ہوئے ماہرِ تعلیم، مایۂ ناز ادیب حق گو محقق اور دیانت دار مورّخ کے حوالے سے اہلِ علم میں جانے پہچانے جاتے ہیں۔ دینی و دنیاوی تعلیم سے آراستہ اور نابغۂ روزگار اکابر سے فیض یافتہ ہیں[۱] ذہانت کا یہ عالم ہے کہ صرف اڑھائی سال میں درس نظامی سے فراغت حاصل کی۔ آج کل گورنمنٹ ہائی سکول کھاریاں میں طلبا کا مستقبل سنوارنے میں مصروف ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ تحقیق و تحریر کی شمعیں بھی روشن رکھے ہوئے ہیں۔ جن کے چراغاں سے لاعلمی کے اندھیرے کافور ہو رہے ہیں اور تاریخ کے دامن پر سے بددیانتی کے داغ مٹتے چلے جا رہے ہیں۔ اس کتاب کے علاوہ مزید کئی ایک موضوعات پر گرانقدر کتابیں تحریر کر چکے ہیں۔ ان کے تحقیقی کارناموں کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

مطبوعہ

۱۔ امام احمد رضا اکابر کی نظر میں ۱۹۷۳ء طبع سرائے عالمگیر گجرات

۲۔ اسلامی تعلیمی پالیسی پر ایک نظر ۱۹۷۷ء " "

۳۔ خطبات آل انڈیا سنّی کانفرنس ۱۹۷۸ء طبع لاہور

۴۔ ابو الکلام آزاد کی تاریخی شکست ۱۹۸۰ء "

[۱] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: مضمون سید عبداللہ قادری مشمولہ ہفت روزہ "الامام" بہاولپور ۲۸ جولائی ۱۹۸۳ء

۵ - چودھویں صدی کے مجدّد (تقدیم) ۱۹۸۰ء طبع لاہور

۶ - جمیعت العلماء ہند اور احرار کے نام کھلی چھٹی (تقدیم) ۱۹۸۱ء "

۷ - امام احمد رضا کا نظریہ تعلیم ۱۹۸۲ء " "

غیر مطبوعہ

۱ - معین القضاۃ (فقہ) ۱۹۶۲ء

۲ - ترجمہ خطبات الرضویہ ۱۹۶۲ء

۳ - سیرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ۱۹۶۳ء

۴ - حدیث تلقین کی توضیح و علم حدیث ۱۹۶۴ء

۵ - ترجمہ فتوحات مکیہ ابن عربی جلد اوّل (نصف) ۱۹۷۰ء

۶ - تحریک پاکستان کے سُنّی علماء مشائخ ۱۹۸۱ء

۷ - علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ ۱۹۸۱ء

۸ - مکاتیب حکیم محمد حسین بدر (ترتیب و تقدیم) ۱۹۸۲ء

زیرِ طباعت

۱ - خلفائے امام احمد رضا مرتبہ محمد صادق قصوری (نظر ثانی مع اضافات) ۱۹۸۰ء

۲ - مفتی اعظم، سیرت و کردار ۱۹۸۰ء

۳ - ختم نبوت اور علماء برصغیر ۱۹۸۰ء

۴ - محدث اعظم، سوانح و سیرت ۱۹۸۰ء

۵ - گاندھی سے اندرا گاندھی تک ۱۹۸۰ء

۶ - تاریخ آل انڈیا سُنّی کانفرنس ۱۹۸۰ء

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مصنف کی عمر میں اضافہ اور علم میں برکت عطا فرمائے اور وہ اسی طرح قلم کی روانی اور تحقیق کی فراوانی سے اہل حق کے تحقیقی لٹریچر میں اضافہ فرماتے رہیں۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

۲۳ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ
بمطابق ۱۹ اکتوبر ۱۹۸۴ء

احقر سید عارف محمود مہجور رضوی
حویلی بوٹے شاہیاں۔ محلہ خواجگان
گجرات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

عرضِ احوال کی پیاسوں میں کہاں تاب مگر۔ آنکھیں اے ابرِ کرم تکتی ہیں رستا تیرا

مرکزی مجلسِ رضا لاہور کے بانی و سرپرستِ اعلیٰ حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہٗ نے ۲۰۔ صفر المظفر ۱۴۰۳ھ / ۷، دسمبر ۱۹۸۲ء کو اعلیٰ حضرت، غوث الامّت، مجددِ دین و ملّت امام مولانا احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی یاد میں منعقد ہونے والے یومِ رضا (لاہور) میں پڑھنے کے لئے ایک مقالہ لکھنے کے لئے احقر کو پابند کیا۔ جس کا عنوان تھا "امام احمد رضا قدس سرہٗ کا نظریۂ تعلیم"

چونکہ یہ خالص علمی و تحقیقی موضوع احقر کی علمی بساط سے باہر، بہت بلند تھا اس لئے ہر چند بچنے کی کوشش کی، مگر حکیم صاحب موصوف کا محبت بھرا اصرار غالب رہا۔ اپنی علمی بے مائیگی اور ناتجربہ کاری کے باوجود اس موضوع پر ایک مقالہ تیار ہوگیا۔ جو اجلاس مذکور میں پڑھا گیا۔ بحمدہٖ تعالیٰ اکابر علماء اہلِ سُنت، مشائخ عظام اور ماہر تعلیم اساتذہ نے اس مقالہ کو پسند فرمایا، اس احقر کی ہمت افزائی فرمائی اور احقر کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ۔ اب اصرار کا دائرہ وسیع ہوگیا اور مطالبہ ہونے لگا کہ مقالہ کو شائع کیا جائے۔ تاکہ اس کا فائدہ جاری رہے۔ مگر چونکہ وہ مقالہ صرف پڑھنے کے لئے لکھا گیا تھا۔ اس لئے اس کو اسی حالت میں شائع کرانا مناسب خیال نہ کیا۔ اس عرصہ میں حضرت حکیم صاحب موصوف مدظلہٗ نے پھر فرمایا کہ "اس کو کتابی شکل دے دو اور فوری طور پر اس کام کو مکمل کر دو"۔

درحقیقت اس عنوان پر کسی پختہ کار عالم اور تجربہ کار ماہرِ تعلیم کو کام کرنا چاہیئے تھا۔ مگر اس احقر کی معلومات کے مطابق تاحال ایسا نہ ہو سکا۔ چنانچہ اللہ جل وعلا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کرم پر بھروسہ کرتے ہوئے کام شروع کر دیا۔ ایک ماہ کے عرصہ

میں یہ مقالہ موجودہ حالت میں آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے قابل ہوسکا ہوں۔
الحمد للّٰہ علیٰ احسانہ وکرمہ وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ نبیہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔ــــــــــــــــــــ

کسی شخصیت کے نظریۂ تعلیم کو معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس شخصیت کے ماحول کو دیکھا جائے۔ اس کے ملکی و ملی اور سیاسی حالات کا جائزہ لیا جائے۔ اس کے معاصرین کی روش معلوم ہو اور خود اس شخصیت کا علمی و تحقیقی مزاج معلوم ہو۔ یہ سب عوامل اس کے نظریۂ تعلیم کو واضح کرتے ہیں۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ کسی صاحبِ علم سے مخفی نہیں۔ مسلمانوں کے ایک ہزار سالہ دورِ حکومت کا زوال، غیر ملکی کفار کا تسلط اور یلغار، مسلمان نما لیڈروں کا ابن الوقتی کردار، درہم و دینار کے بندوں کا ملتِ اسلامیہ کے شیرازہ کو منتشر کرنے کے لئے دینِ حقہ میں رخنہ اندازیاں، عظمتِ مصطفیٰ کے مقدس و اعلیٰ مقام پر ناپاک حملوں کی تعلیم و تربیت، اولیاء امت سے مسلمانوں کو برگشتہ کرنے کی تعلیمیں اور سازشیں اور خود بھولے بھالے مسلمانوں کی بے علمی و بے حسی ـــــــ وغیرہ وہ تقاضے تھے جن کو پورا کرنے کے لئے امام احمد رضا قدس سرہٗ نے تعلیم کی نہج مقرر فرمائی۔ انہوں نے حالات کا جائزہ لیا تو ہر طرف بے چینی اور بے حسی نظر آئی۔ مسلمان خدا اور رسول سے دور، اپنے مذہب سے دور اور دنیوی ترقی میں غیروں سے بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ جسم تو غلام بن ہی چکے تھے۔ قلب کو بھی غلام بنانے کے پروگرام طے پارہے تھے ـــــــ ایسے حالات میں فطرت کا انتخاب نہایت موزوں ہوتا ہے۔

تاریخ نے بارہا دیکھا کہ ایک ہی ہستی نے اللہ و رسول پر بھروسہ کرتے ہوئے ملت اسلامیہ کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور بالآخر کشتیٔ ملت کی سمت کو راست کردیا۔ اس کی مساعی جمیلہ سے ذہنوں میں ایک عظیم انقلاب پیدا ہوگیا۔ گویا ایک جہاں آباد ہوگیا۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے بتایا کہ تعلیم قلب کے یقین اور طمانیت کا معاملہ ہے اور قلب کی طمانیت کے بغیر تعلیم ایک بے ثمر شجر ہے۔ آپ نے تعلیم کا جو نظریہ قوم کو دیا اس میں قوم

کی تمام ضرورتوں کا حل ہے۔ دینی اور دنیوی مقاصد اور تقاضے پورے ہوتے ہیں ساتھ ہی ساتھ اس میں قلب و قالب کی طہارت، طمانیت اور ملی بقاء و احیاء کا سامان موجود ہے۔ موجودہ بے راہ رو تعلیم کے مضر اثرات سے بچنے کی تراکیب ہیں۔ آپ کے مقرر کردہ تعلیمی نظریہ کو سامنے رکھ کر اگر طالب علم کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا جائے تو تعلیم یافتہ نوجوان صحیح معنوں میں مسلمان ہوگا ——— اور رفتارِ زمانہ میں کسی سے پیچھے نہیں رہے گا۔ امام احمد رضا کے تعلیمی نظریات اتنے مفید، کامل و مکمل اور جامع ہیں کہ زمانے کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور پھر کمال تو یہ ہے کہ رفتارِ وقت نے ان کی افادیت اور جامعیت پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے۔

اس موقع پر میں اربابِ بست و کشاد کو دعوت دیتا ہوں اور اساتذہ کرام کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ ملتِ اسلامیہ کے نونہالوں کی صحیح تعلیم و تربیت کے لئے امام احمد رضا قدس سرہٗ کے تعلیمی نظریات کے مطابق درس گاہوں میں تعلیم کا انتظام کریں۔ ان شاء اللہ العزیز دیکھیں گے کہ چند ہی سالوں میں ایک عظیم اسلامی انقلاب برپا ہوگا۔

احقر

محمد جلال الدین قادری عفی عنہ

۲۷، رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

۹، جولائی ۱۹۸۳ء

اظہارِ تشکر

حدیث نبوی من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کی ہدایت کے مطابق یہ احقر ان حضرات کا صرف تذکرہ کرتا ہے جنہوں نے اس مقالہ کی تدوین و ترتیب میں معاونت فرمائی

ناشرِ رضویت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ضیائیؒ ، بانی مرکزی مجلسِ رضا لاہور

مولانا مفتی محمد علیم الدین مجددی (کھاریاں)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ (سندھ)

مولانا اسد نظامی (چک نمبر 116/10-R جہانیاں) ملتان

مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری (لاہور)

جناب محمد ظہور الدین خاں (لاہور)

جناب ملک محمد ایوب (جرموٹ کلاں، جہلم)

فضائل علم

آیاتِ بیّنات سے

فضائلِ علم سے متعلق چند قرآنی آیات، جن کو امام احمد رضا قدس سرّہٗ نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ ۵۸:۱۱

ترجمہ :۔ اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

ایمان کی طرح علم بلندی درجات کا موجب ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ؕ ۳۹:۹

ترجمہ :۔ تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان، نصیحت تو وہی جانتے ہیں۔ جو عقل والے ہیں۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۔ ۳۵ : ۲۸

ترجمہ :۔ اللہ سے اس سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۔ ۲۹ : ۴۳

ترجمہ :۔ اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان فرماتے ہیں اور انھیں نہیں سمجھتے مگر علم والے۔

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ۔ ۴ : ۸۳

ترجمہ:۔ اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بعد میں کاوشیں کرتے ہیں۔

معاملات میں حکمِ الٰہی علماء کے اجتہاد پر راجع، حکمِ الٰہی معلوم کرنے کے لئے انبیاء اور علماء کی طرف رجوع اور علماء کا ذکر انبیاء کے ساتھ شانِ علم کا اظہار ہے۔

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ ۲۹ : ۴۹

ترجمہ:۔ بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا۔

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۝ ۹ : ۱۲۲

ترجمہ:۔ تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں، اس امید پر کہ وہ بچیں۔

فَسْئَلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ۱۶ : ۴۳

ترجمہ:۔ تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

اہلِ عالم کو اپنے مسائل میں علماء کی طرف رجوع کا ارشاد فرما کر علم کی عظمت کا اظہار فرمایا۔

فضائلِ علم — احادیث سے

فضائلِ علم کے بارے میں ان احادیث کا ترجمہ، جنہیں امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا۔

اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے۔ اسے دین میں سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔ اور اسے اپنی ہدایت عطا فرماتا ہے۔ (بخاری، مسلم، احمد، ابنِ ماجہ، ابولفیم، جامع صغیر)

علماء، انبیاء کے وارث ہیں۔ آسمان والے ان سے محبت کرتے ہیں۔ سمندر کی مچھلیاں ان کے لئے ان کے مرنے کے بعد قیامت تک مغفرت طلب کرتی ہیں۔

(ابو داؤد، ترمذی، ابن النجار، جامع صغیر)

انسانوں میں سے بہتر اور ایمان دار وہ عالم ہے کہ اگر لوگ اس کے پاس اپنی حاجت لے جائیں تو وہ ان کو فائدہ دے۔ اور اگر وہ اس سے بے پرواہ ہو جائیں تو وہ اپنے نفس کو بے پروا کرے۔ (بیہقی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں دو قسمیں ایسی ہیں، کہ جب وہ درست ہوں تو سب لوگ درست ہوں اور اگر وہ بگڑ جائیں تو سب لوگ بگڑ جائیں۔ ایک امراء (حکام)، دوسرے فقہاء (علماء) (ابن عبدالبر، ابونعیم)

جو شخص میری امت کو میری سنت کی چالیس حدیثیں یاد کر کے پہنچا دے تو میں اس کا قیامت کے روز شفیع اور گواہ ہوں گا۔ (ابن عبدالبر عن ابنِ عمر)

عالم زمین میں اللہ کا امانت دار ہے۔ (ابنِ عبدالبر عن معاذ)

اس حال میں صبح کر کہ تو عالِم ہو یا متعلّم یا عالِم کی باتیں سننے والا یا عالِم کا مُحِبّ اور پانچواں نہ ہو ناکہ ہلاک ہو جائے گا۔ (بزاز، طبرانی عن ابی بکرۃ)

علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء نے درھم و دینار ترکہ میں نہیں چھوڑے۔ علم اپنا ورثہ چھوڑا ہے۔ جس نے علم پایا اس نے بڑا حصہ پایا۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

علم سیکھو اور علم کے لئے سکون اور مہابت حاصل کرو۔ استاد کے سامنے کہ اس نے تمہیں تعلیم دی، تواضع و فروتنی اختیار کرو۔ (طبرانی فی الاوسط۔ ابنِ عدی عن ابی ہریرہ)

تین آدمیوں کے حقوق کو منافق کے سوا کوئی اور کم نہیں جانتا۔ ایک وہ کہ حالتِ اسلام میں جس کے بال سفید ہو گئے ہوں، دوسرا عالم، تیسرا عادل بادشاہ،

(طبرانی عن ابی امامہ)

جس نے اپنے علم کو بڑھالیا۔ مگر دنیا سے بے رغبت نہ ہوا۔ وہ اللہ سے دور ہوا۔

(دیلمی عن علی)

جو اپنے آپ کو عالم کہے وہ جاہل ہے۔ (طبرانی فی الاوسط عن ابنِ عمر)

تم میں سے بہتر وہ ہے۔ جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ (بخاری، ترمذی، ابنِ ماجہ)

جسے کچھ قرآن یاد نہیں وہ پرانے گھر کی مانند ہے۔ (ترمذی)

جو ہمارے عالم کا حق نہ پہنچائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(احمد، حاکم، طبرانی فی الکبیر عن عبادہ بن صامت)

عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے۔ جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ پر۔

(ترمذی عن ابی امامہ)

عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے، جیسی چودھویں رات میں چاند کو باقی ستاروں پر۔

(ابونعیم فی الحلیہ)

قیامت کے روز تین آدمی سفارش کریں گے۔ انبیاء، علماء، شہداء (ابنِ ماجہ عن عثمان)

فضائلِ علم ـــــــ کلامِ اکابر سے

صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ کرام کے کلمات طیبات جن کا تعلق فضائلِ علم سے ہے اور انہیں امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، علم مال سے بہتر ہے۔ علم تیری حفاظت کرتا ہے۔ اور تو مال کی۔ علم حاکم ہے اور مال محکوم۔ مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ السلام کو اختیار دیا گیا کہ علم، مال اور سلطنت میں سے جو چاہیں پسند کریں۔ انہوں نے علم کو اختیار فرمایا تو مال اور سلطنت علم کے ساتھ عطا ہوئے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے: آیت ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ میں دنیا کی بھلائی سے مراد علم اور عبادت ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: علم سیکھو کہ علم کا سیکھنا نیکی ہے۔ اس کی طلب عبادت ہے۔ علم کو دہرانا تسبیح ہے۔ علم میں کوشش کرنا جہاد ہے۔ جاہل کو تعلیم دینا صدقہ ہے۔ علم کے مستحقین پر خرچ کرنا اللہ کا قرب ہے علم تنہائی میں انیس ہے۔ خلوت میں ساتھی ہے۔

حضرت سالم بن ابی الجعد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مجھے میرے آقا نے تین سو درھم سے خریدا اور آزاد کر دیا تو میں نے سوچا کہ کون سا فن سیکھوں، آخر علم کو سیکھا ایک برس بھی نہ گزرا تھا کہ خلیفہ وقت میری زیارت کے ارادہ سے آیا۔ میں نے اسے لوٹا دیا اور اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دی۔"

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جس نے قرآن سیکھا اس کی عظمت بڑھ گئی۔ جس نے فقہ میں توجہ کی وہ جلیل القدر ہوا۔ جس نے لغت میں توجہ کی، اس

کی طبیعت میں رقت آگئی۔ جس نے حساب میں توجہ کی، اس کی رائے مضبوط ہوگئی۔ جس نے کتب حدیث میں توجہ کی، اس کے دلائل مضبوط ہو گئے اور جس نے اپنے کو محفوظ نہ رکھا۔ اس کو علم نفع نہ دے گا۔"

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جو شخص عالم نہ ہو اُسے انسانوں میں شمار نہ کرے۔ کیونکہ علم وہ خاصہ ہے، جس سے انسان باقی جانداروں سے ممیز ہوتا ہے۔ انسان علم کے شرف سے ہی انسان کہلانے کا مستحق ہے۔ انسان اپنی قوت کے باعث انسان نہیں کیونکہ اونٹ اس سے قوی ہے۔ نہ اپنے عظیم جُثہ کی بنیاد پر انسان ہے، کیونکہ ہاتھی اس سے بڑا ہے۔ نہ اپنی شجاعت کی بنیاد پر کیونکہ درندے اس سے زیادہ شجاع ہیں۔ نہ زیادہ کھانے کی وجہ سے کہ اونٹ کا پیٹ اس سے بڑا ہے۔ اور نہ اپنی جماعت کی بناء پر کہ ادنیٰ درجے کی چڑیاں اس سے بڑھ کر ہیں۔ ہاں اگر انسان کو باقی جانوروں سے تمیز ہے تو جو صرف علم کی بدولت۔

تعلیم سے متعلق

اکابر ماہرین تعلیم کے

نظریات

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

امام غزالی اپنے منفرد خیالات، علم کلام اور فنونِ فلسفہ میں مہارت تامہ کی وجہ سے مخصوص درجات کے مالک ہیں۔ عالمِ اسلام کے علاوہ مغربی دنیا کے مفکرین نے بھی آپ کی عظمت کا اعتراف کیا ہے اور بہت سے معاملات میں آپ سے رہنمائی حاصل کی ہے۔ آپ کی عظمت کے باعث آپ کو حجۃ الاسلام کے لقب یاد کیا جاتا ہے۔ مدرسہ نظامیہ بغداد میں صرف چونتیس برس کی عمر میں مدرس اعلیٰ مقرر ہوئے۔ مدرسہ مذکورہ کی تاریخ میں یہ ایک ہی ہستی ہے جو اتنی چھوٹی عمر میں اتنے بڑے منصب پہ فائز ہوئی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم سیکھنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ مگر کون سے علوم کی تعلیم فرض ہے۔ خود فرماتے ہیں۔

"قرآن میں جس علم کو فقہ، علم، روشنی، نور، ہدایت اور راہ یابی سے تعبیر فرمایا ہے۔ وہ علم ہے جس سے خدا شناسی اور یادِ آخرت تازہ ہوتی رہے۔[1]

دوسرے مقام پہ فرماتے ہیں:۔

"اور جو علم کہ حدیث میں ہر مسلمان پہ فرض مذکور ہوا ہے اس سے مراد علم معاملہ ہے اور جو معاملات کہ عاقل و بالغ شخص کو ان کا حکم ہوتا ہے۔ وہ تین ہیں۔ ایک اعتقاد ایک کرنا اور ایک نہ کرنا[2] نیز فرماتے ہیں۔

"غرضیکہ سب افعال جو فرض عین ہیں ان کا جاننا بتدریج اسی طرح ہے اور ترکِ فعل کا معلوم کرنا بھی...... اسی طرح واجب ہوگا۔"[3] طویل بحث کے بعد مزید لکھتے ہیں۔

"توجہ علم فرضِ عین ہے۔ اس میں یہی امر حق ہے جو ہم نے لکھا یعنی عمل واجب کی کیفیت

---

[1] مذاق العارفین اردو ترجمہ احیاء علوم الدین ناشران قرآن کمپنی لاہور۔ ص ۷۔

[2] ایضاً ———— ص ۲۱

[3] ایضاً ———— ص ۲۱

کا جاننا فرض عین ہے۔ پس جو شخص واجب کو جان لے گا اور اس کے واجب ہونے کے وقت کو معلوم کرلے گا تو وہ علم کہ اس پر فرض عین تھا اس کو سیکھ لے گا۔" ؎۴

خلاصہ بحث کے طور پر فرمایا:

"جب یہ بات ظاہر ہو چکی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد میں "طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم" العلم سے عمل کا علم مراد لیا ہے۔ جس کا واجب ہونا مسلمانوں پر مشہور ہے۔" ؎۵

ان عبارات کا مفاد یہی ہے کہ علم کی تحصیل ضروری ہے۔ مگر اس علم کی جس سے احکامِ شرع معلوم ہوں۔ مثلاً عبادات، معاملات، اخلاقیات وغیرہ اس کے سوا تمام علوم مطلوب خدا و رسول نہیں، وہ مردود ہیں۔ خود امام غزالی علیہ الرحمۃ کی زبانی سنیئے۔

"علم کہ دنیوی تقاضوں کو پورا کرنے میں، بحث و جدل کرنے میں یا عوام کو مقفی و مسجع وعظ کہہ کر پھسلانے میں استعمال ہو۔ حرام حرام اور جالِ دنیا ہے۔" ؎۶

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحصیل علوم میں افادیت کے قائل ہیں۔ عالم اگر بے عمل ہو یا خوفِ خدا و خوفِ آخرت سے عاری ہو یا علم کو فخر کا ذریعہ بنالے۔ آپ کے نزدیک وہ علم اور وہ عالم مردود و مقہور ہے۔ فرماتے ہیں۔

"قیامت کے روز سب لوگوں سے زیادہ سخت عذاب اس عالم کو ہوگا۔ جس کو اللہ پاک نے اس کے علم سے کچھ نفع نہ دیا ہو۔" (طبرانی، بیہقی) ؎۷

مزید فرماتے ہیں۔

"علم حاصل کرکے خوفِ خدا سے عاری رہنا اور فخر کا ذریعہ بنانا مردود ہے۔" ؎۸

؎۴ ایضاً ——— ص ۲۲

؎۵ ایضاً ——— ص ۲۳

؎۶ ایضاً ——— ص ۷

؎۷ ایضاً ——— ص ۶

؎۸ ایضاً ——— ص ۸

حدیث میں جس طلبِ علم کو فرض کہا ہے۔ اس سے مومن کو رقیق القلب، پاکیزہ اور اللہ کی یاد کرنے والا بنانا مراد ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔

" ثمرہ علم کا دلوں کو آخرت کی طرف میلان اور روحوں کا تزکیہ و ترقی ہے۔" ۹ے

امام غزالی کے نزدیک علم وہ نیکی ہے۔ جس کے فیض سے عالِم، عالم ناسوت، ملکوت، لاہوت کے اسرار و حقائق کو اپنی گرفت میں لینے کا اہل ہو جاتا ہے۔ ورنہ وہ عالِم عالِم نہیں اور نہ وہ علم علم۔..... اس شخص نے اپنی زندگی اس بے مقصد کام میں یونہی صرف کر دی۔

امام غزالی علیہ الرحمتہ کے نقطۂ نظر کے مطابق قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر کے علاوہ دیگر دینوی علوم بھی حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ مگر اولیت اہم علوم دینیہ کو حاصل ہے۔ اس لئے تحصیل علوم میں علوم و فنون کے درمیان ایک ترتیب قائم کرے۔ پھر تحصیل علوم میں مشغول ہو۔ ایسا نہ ہو کہ غیر اہم علوم میں زندگی کا قیمتی حصہ تو صرف کر دے۔ اور واجب علوم (عبادات معاملات اور اخلاقیات کے علوم) رہ جائیں۔

۹ے ایضاً ــــــــــــ ص ۹

Marfat.com

ابنِ خلدون

ابنِ خلدون عمرانیات، سیاسیات اور تعلیمات کے بہت بڑے ماہر تھے۔ آٹھویں صدی ہجری کے آخر اور نویں صدی ہجری کے عشرہ اول میں ابن خلدون کے فلسفیانہ نظریات سامنے آئے۔ انہوں نے علم کو خوراک کی مانند انسان کی طبعی ضرورت قرار دیا۔ ابن خلدون نے علوم کو واضح دو قسموں میں تقسیم کیا۔

۱۔ علوم عقیلہ ۔

۲۔ علوم نقلیہ ۔

ابن خلدون نے اپنے ہم مذہب افراد پر لازم قرار دیا کہ ان کی ایک خاص مجلس ہو جس میں اوقات معینہ پر جمع ہوں۔ اس مجلس میں کوئی اجنبی شریک نہ ہو۔ ایسی مجلس میں اکثر وہ علم نفس، حِس محسوس اور عقل معقول پر مباحثہ کرتے تھے لیکن سب سے زیادہ توجہ کتب الٰہیہ اور تنزیلات نبویہ کے اسرار و مسائل پر دیتے۔

ابنِ خلدون علوم الٰہیہ کو منتہائے مقصود تعلیم قرار دیتے۔ کیونکہ یہی علوم حقیقتِ ازلی و ابدی کے مظہر ہیں۔ جو تکمیل انسانیت کے لئے ضروری ہیں۔

ابن خلدون کے نزدیک تعلیم کا حقیقی مقصد علم حقیقت و علم معرفت حاصل کرنا ہے۔ اگرچہ دنیا میں رہنے کے لئے دنیاوی امور اور دنیاوی مادی اشیا کا علم بے حد ضروری ہے۔ لیکن دونوں اقسام کی منفعت مختلف نوعیت کی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ علم معرفت ہر کس وناکس حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کے حصول میں دلچسپی لیتا ہے۔ اس لئے لوگ عموماً دنیوی علوم کی طرف راغب ہوجاتے ہیں۔ دراصل دنیوی علوم کا حصول کم ہمتی پہ مبنی ہے۔ مردانِ حق اپنی بلند ہمتی کے سبب تعلیم کا حقیقی مقصد (علمِ معرفت) پانے میں کوشاں رہتے ہیں۔

ابن خلدون کے نزدیک تعلیم کے بارے میں نظریات تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ اس کا باعث

انسانی زندگی کے تین بڑے عوامل ہیں۔

اول دین - دوم جغرافیائی حالات ، سوم وسائلِ حیات کی کمی بیشی ۔

ابنِ خلدون کے نظریہ کے مطابق سیاسیات کی پختگی اور اہمیت میں جن امور کو دخل ہے ان میں تعلیم اور رواج تعلیم بھی شامل ہے۔

ریاست کے لئے سیاست اور سیاست کے لئے علم بنیادی عوامل ہیں۔ اس بارے میں ابنِ خلدون کے نزدیک تعلیم ایک ایسا موضوع ہے جو افلاطون سے لے کر آج تک کے فلاسفروں کا موضوع بنا رہا ہے۔ چاہے ان کا مرکز سیاسی نوعیت کا ہو یا کسی اور نوعیت کا، تاہم تعلیم کو سیاست میں جس قدر اہمیت حاصل ہے۔ اتنی قوتِ بازو کو بھی نہیں ۔سیاست کا مقصد صرف وسعتِ حدودِ جغرافیائی کے لئے مسلسل کوشش کرنا نہیں۔ بلکہ خود اپنی ریاست میں زیادہ سے زیادہ فلاح و بہبود کو رواج دینا ہے۔ جس ملک میں تعلیم زیادہ ہو گی۔ وہ ہر لحاظ سے قوی ہو گا ۔

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی قدس سرہٗ

عارف باللہ شاہ ولی اللہ (المتولد ۱۱۱۴ھ / ۱۷۰۳ء، المتوفی ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء)
حضرت شاہ عبدالرحیم فاروقی دہلوی (م ۱۱۳۱ھ) کے بیٹے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے مغلیہ دورِ حکومت کے دس بادشاہوں کا زمانہ پایا۔

حضرت شاہ ولی اللہ کی زندگی کا ایک معتدبہ حصہ درس و تدریس میں صرف ہوا۔ شاہ صاحب کس قسم کی تعلیم کا رواج چاہتے تھے؟ اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لئے چند شواہد کا مطالعہ مفید مطلب ہے۔

وصیت نامہ فارسی میں خود شاہ صاحب کی ایک تحریر ہے۔ جن کا تعلق علوم کی تعلیم سے ہے۔ اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ صرف و نحو کی تین تین یا چار چار کتابیں سب سے پہلے پڑھی جائیں۔

۲۔ بعدازاں تاریخ، حکمت عملی کی کوئی کتاب کہ عربی زبان میں ہو۔ اس طرح پڑھی جائے کہ مشکل الفاظ کو لغت کی مدد سے حل کرتے جائیں۔

۳۔ عربی زبان پر قدرت کے بعد علم حدیث کی کتاب موطا پڑھی جائے کہ اصل علم تو حدیث کا علم ہے۔

۴۔ قرآن مجید کو بغیر ترجمہ اور تفسیر کے پڑھا جائے۔ مشکل کلمات کو نحو کے ذریعہ حل کیا جائے یا ان کا شانِ نزول معلوم کیا جائے۔

۵۔ اس کے بعد تفسیر جلالین بقدرِ ضرورت پڑھی جائے۔

۶۔ بعدازاں کتبِ حدیث صحاح وغیرہ، کتب فقہ، کتب عقائد اور کتب سلوک ایک وقت میں پڑھی جائیں۔

۷۔ ان سے فراغت حاصل کرنے کے بعد کتب دانش و بینش مثل شرح ملا جامی، قطبی وغیرہ

پڑھی جائیں۔

۸۔ اگر وقت اجازت دے تو مشکوٰۃ اور اس کی شرحِ طیبی کو اس طرح پڑھا جائے کہ ایک روز کچھ حصہ مشکوٰۃ کا اور دوسرے روز اس کی شرح طیبی سے۔

۹۔ اس طریق تدریس میں بہت نفع ہے۔

۱۰۔ فیض ربانی کے حصول کے لئے قرآن مجید، حدیث، تفسیر اور فقہ کی تعلیم ضروری ہے اور ان علوم کے حصول کے لئے ابتدائی صَرف و نحو و ادب کی تعلیم بمنزلہ زینہ کے ہے۔ [۱]

حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ اپنے ملفوظات میں اپنے والد بزرگوار کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"پدرِ من وقت رخصت از مدینہ از استاد خود عرض کردو اُو خوش شد کہ ہرچہ خواندہ بودم فراموش کردم اِلاّ علمِ دین یعنی حدیث"۔ [۲]

ترجمہ :"میرے والد نے مدینہ سے رخصت کے وقت اپنے استاد سے عرض کی جس سے وہ خوش ہوئے کہ میں نے علمِ دین یعنی حدیث کے علاوہ جو کچھ پڑھا تھا وہ بھلا دیا۔"

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ بعض علوم میں اپنے بارے میں خود فرماتے ہیں۔

"اس بندہ ضعیف پہ خداوند تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ مجھے فاتحیت کی خلعت پہنائی گئی ہے اور پچھلے دور کا افتتاح میرے ہاتھ سے کرایا گیا ہے۔ مجھ سے پوچھا گیا فقہ کی اچھی باتیں کیا ہیں۔؟ چنانچہ میں نے ان کو جمع کر کے فقہ حدیث نئے سرے سے مرتب کر دی ہے۔

میں نے فنِ اسرارِ حدیث اور علم مصالح احکام وغیرہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خداوند تعالیٰ سے لے کر آئے ہیں اور جن کی آپ نے تعلیم فرمائی ہے مدون کیا یہ وہ حق ہے جس کے بارے میں اس سے پہلے کسی نے مجھ سے بہتر بات نہیں کی ہے حالانکہ یہ عظیم الشان علم ہے۔

---

[۱] ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں از ابوالحسنات ندوی، مطبع معارف اعظم گڑھ صہ ۱۰

[۲] انسان العین فی مشائخ الحرمین (انفاس العارفین) میں اس طرح بھی منقول ہے۔ "این فقیر برائے وداع نزدیک شیخ ابوطاہر رفت۔ ایں بیت برخواند ۔ ع نیست کل طریق کنت اعرفہ ۔ الا طریقا یودینی لاربعکم بجرو شنیدن آں بکا بر شیخ غالب آمد بغایت مستانہ شد"۔ شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان ۔ ص ۳۲

نیز مجھے کمالاتِ اربعہ یعنی ابداع، خلق، تدبیر اور تدلّی کا نہایت وسیع علم دیا گیا ہے۔ ایسے ہی نفوسِ انسانی کی استعدادت کا کامل علم عطا کیا گیا ہے جس سے ہر شخص کا کمال اور انجام معلوم ہو سکتا ہے۔[۳۶] یہ دونوں وہ بلند مرتبہ علوم ہیں کہ مجھ سے پہلے کسی نے ان کے بارے میں کچھ نہیں کہا اس کے علاوہ مجھے حکمتِ عملی کے اصول کو خداوند تعالیٰ کی کتاب اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے اصحاب کے آثار کے ذریعے سمجھنے اور پختہ کرنے کی توفیق بخشی گئی "۔ [۳۷]

مجموعہ وصایا اربعہ کے مرتب نے حضرت شاہ ولی اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ اس کو شاہ صاحب کی زندگی کا خلاصہ اور تعلیمات کا نچوڑ کہنا چاہیئے۔

" مارا لابدست کہ حرمین محترمین رویم ، روئے خود براں آستانہا ئے مالیم ، سعادتِ ما ایں ست وشقاوت ما در اعراض "۔ [۳۸]

ترجمہ:۔ ہمارے لئے لازمی ہے کہ حرمین محترمین جائیں اور اپنے چہروں کو درِ بیت اللہ اور درِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پر ملیں۔ ہماری سعادت اسی میں ہے اور اس سے انکار میں ہماری شقاوت اور بدبختی ہے۔

مذکورہ بالا شواہد کی روشنی میں ہم حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے تعلیمی نظریات بآسانی معلوم کر سکتے ہیں۔ شاہ صاحب کے تعلیمی نظریات کا اجمالی طور پر یوں ذکر کر سکتے ہیں۔

۱۔ کتبِ دینیہ، قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر وغیرہ کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ علومِ عقلیہ (منطق، فلسفہ، ریاضی، سائنس وغیرہ) کی تعلیم ضروری ہے۔ مگر اس انداز میں کہ اولیت علومِ دینیہ کو ہو گی۔

۲۔ قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لئے بنیادی طور پر صرف و نحو، لغت و ادب کی تعلیم ضروری ہے۔ ان علوم کی حیثیت علومِ آلیہ کی سی ہے۔

---

[۳۶] ہر شخص کا کمال باطنی اور انجام معلوم ہونا علومِ غیبیہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو حضور پُر نور کے توسط سے ان علوم سے حصہ عطا فرماتا ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

[۳۷] شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان ۔ ص ۷ ، ۸

[۳۸] تقدیم الطاف القدس ۔ از حکیم محمد موسیٰ امرتسری ۔ ص ۵

۳۔ علوم کی تحصیل کی غرض وغایت فیض ربانی کا حصول ہے۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کا انحصار اور مقاماتِ باطنی کا مدار قرآن وحدیث، فقہ وتفسیر کی تعلیم ہے۔ بغیر ان کے حصول کے انسان وہ مقام نہیں پاسکتا جس کے حصول کا اسے حکم دیا گیا ہے۔

۴۔ تحصیل علوم کی غرض وغایت درِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک حاضری ہے۔ اسی میں سعادتِ ابدیہ ہے۔ اس سے اعراض شقاوت عظیمہ ہے۔

ع بمصطفیٰ برسان خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

۵۔ اہلِ علم حضرات سے یہ بات مخفی نہیں کہ برصغیر پاک وہند میں قرآن وحدیث، فقہ و تفسیر اور دیگر علوم کی حامل اکثر درسگاہیں شاہ ولی اللہ کے سلسلہ تلامذہ کی درسگاہیں ہیں۔ یہ علماء وفضلاء کسی نہ کسی واسطہ سے آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ مگر مقامِ افسوس ہے کہ یہ فضلاء اور علماء اپنے اندر بنیادی نوعیت کے اختلافات رکھتے ہیں۔ اگر کوئی صاحبِ درد ان اختلافات کو دور کرنے کی کوشش کرے گا۔ تو اسے شاہ صاحب کی تعلیمات کا سہارا لینا پڑے گا۔ ویسے سیدھی سی بات یہ ہے کہ جن درس گاہوں کے فارغ التحصیل طلباء درِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک عاجزانہ حاضری کو زندگی کا سب سے بڑا نصب العین سمجھتے ہیں۔ مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ان کے ایمانوں کا جزوِ اعظم ہے اور نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفاذ کے لئے ہر وقت کوشاں ہیں وہ ہی شاہ صاحب کے صحیح جانشین ہیں۔

ڈاکٹر اقبال

(۱۸۷۶ء تا ۱۹۳۸ء)

ایک ماہرِ تعلیم کی حیثیت سے اقبال کے تعلیمی نظریات کا مختصر —— جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ جدید علوم، جن کے بارے میں عام تاثر یہ ہے کہ یہ یورپ والوں کے ایجاد کردہ ہیں۔ درحقیقت مسلمانوں ہی کا ورثہ ہیں۔ ان علوم کو مسلمانوں نے نہ صرف ایجاد کیا۔ بلکہ اس حد تک پہنچایا کہ اس سے آگے جانا آج بھی مشکل ہے۔ اس حقیقت کو اقبال کی زبان سے سنئیے۔

حکمتِ اشیأ فرنگی زاد نیست
اصلِ او جز لذتِ ایجاد نیست
نیک اگر بینی مسلمان زادہ است
ایں گہر از دست ما افتادہ است
ایں پری از شیشۂ اسلافِ ماست
باز صیدش کن کہ او از قافِ ماست (مثنوی مسافر)

یہ حکمتِ اشیاء درحقیقت فرنگیوں کی ایجاد کردہ نہیں۔ اس کی اصل تو انسانی سرشت ہے۔ اگر تو تعصب سے ہٹ کر دیکھے تو معلوم ہوگا۔ یہ گوہر آبدار تو مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہی گرا ہے۔ حکمت کے یہ علوم تو ہمارے علمی کوہ قاف کی پری ہیں۔ اس لئے ہمیں یہ حق پہنچتا ہے کہ ان کو دوبارہ حاصل کریں۔

چونکہ علوم جدیدہ اقبال کے نزدیک مسلمان اسلاف کا ترکہ و میراث ہیں۔ اس لئے

موجودہ دور کے مسلمانوں کو ان کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ ترغیبی انداز میں اقبال لکھتے ہیں

نائبِ حق دَر جہاں آدم شود
بر عناصر حکم او محکم شود
خویش را بر پشتِ باد اسوار کن
یعنی ایں جمازہ را ماہار کن
از شعاعش دیدہ کن نا دیدہ را
وَانما اسرارِ نا فہمیدہ را
جستجو را محکم از تدبیر کن
انفس و آفاق را تسخیر کن
تو کہ مقصودِ خطاب اُنظری
پس چرا ایں راہ چوں کوراں بری
آنکہ بر اشیاء کمند انداخت است
مرکب از برق و حرارت ساخت است
علمِ اشیاء اعتبارِ آدم است
حکمتِ اشیاء حصارِ آدم است (رموز بیخودی)

انسان دنیا میں اسی وقت نائبِ حق بنتا ہے جب کہ عناصرِ قدرت پر اس کا حکم جاری ہو۔ اے مسلماں! تو ہوا کی پشت پر سواری کر۔ اس تیز رفتار اونٹ کی نکیل تیرے ہاتھوں میں ہونی چاہیئے۔ اے نوجوان مسلمان! تو فضائے آسمان کے ایک حقیر ذرہ کی روشنی سے چشمِ بینا کو منور کر دے۔ بگمکانے خورشید کی شعاعوں کو شکار کر۔ اپنی جدوجہد کو تدبر اور تدبیر سے مستحکم بنا۔ انفس و آفاق کو مسخر کر۔

اے مسلمان! تو ہی خطابِ الٰہی افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت (وہ اونٹ کی طرف کیوں نہیں دیکھتے۔ کس انداز سے اسے بنایا گیا ہے۔) کا مخاطب ہے۔ تجھے تو اشیاءِ کائنات کی حقیقت و ماہیت پر غور و فکر کی دعوت دی گئی تو پھر کیوں اس راہ میں تو غور نہیں کرتا۔ ذرا

Marfat.com

نور سے سن! جس نے اشیاء کائنات پہ کمند ڈال دی اور ان کو مسخر کرلیا۔ وہی عناصر قدرت برق و باد کا حکمران ہے۔ وہ ان اشیاء کا راکب ہے اور وہ اس کا مرکب۔ اشیاء کی ماہیت و حقیقت کا علم ہی حضرت آدم علیہ السلام کی برتری کا سبب ہے۔ اگر انسان اشیاء کے اسرار و رموز سے آگاہی حاصل کرلے۔ تو یہی اشیاء اس کے لئے امن کا حصار بن جاتی ہیں۔

۲۔ ان خیالات و افکار کا اظہار کرنے کے باوجود اقبال نے جدید تعلیم کے اثرات پر کڑی تنقید بھی کی ہے۔ علامہ کی نگاہ میں جدید تعلیم کا ایک نقص یہ ہے کہ وہ نوجوانوں کو بے ادب بنا رہی ہے۔

نوجوانوں کی بدتمیزی دیکھ کر ان کا دل کڑھتا ہے اور وہ موجودہ تعلیم سے پشیمان ہو جاتے ہیں۔

نوجوانے را چوں بینم بے ادب
روز من تاریک می گردد چوں شب
تاب و تب در سینہ افزاید مرا
یادِ عہدِ مصطفٰے آید مرا
از زمانِ خود پشیمان می شوم
در قرونِ رفتہ پنہاں می شوم

اقبال برملا اس امر کا اظہار کرتے ہیں کہ جدید تعلیم نے نوجوان مسلم کو حق و صداقت بیان کرنے سے روک دیا ہے۔

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا لا اِلٰہَ الا اللہ

تعلیم جدید نے نوجوانوں کے ذہن سے یقین و ایمان کی دولت نکال لی ہے اور وہ ناامیدی و مایوسی کے باعث تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں۔

جواناں تشنہ لب خالی ایاغ
شستہ رو، تاریک جاں، روشن دماغ

کم نگاہے ، بے یقین و ناامید
چشم شاں اندر جہاں چیزے ندید (جاوید نامہ)

اقبال کے نزدیک جدید تعلیم نے نوجوانوں کو احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیا ہے۔ حالانکہ اقبال کا نوجوان شاہین زادہ ہے۔ اب یہ رسم و راہِ شہبازی سے بے خبر اور عقابی رُوح سے نا آشنا ہے تو کیوں؟ یہ شاہین زادہ کرگس بنا تو کیوں؟ جدید تعلیم سے۔

وہ فریب خوردہ شاہیں کہ پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

۳۔ جدید تعلیم میں استاد کے کردار کا تذکرہ کتنے تاسف بھرے لہجے میں کرتے ہیں۔

شکایت ہے مجھے یارب خداوندانِ مکتب سے
سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

جدید تعلیم اور اس کے متعلقات نے نوجوان مسلم کو افرنگی کی غلامانہ ذہنیت میں اس طرح جکڑ دیا ہے کہ اس کا وجود ظاہری درحقیقت صرف قالب ہے۔ جو قلب سے خالی ہے۔ کلیات اور جامعات کی اس تعلیم نے نوجوان کو مردہ لاش میں بدل دیا ہے۔

گرچہ مکتب کا جواں زندہ نظر آتا ہے
مردہ ہے، مانگ کے لایا ہے فرنگی سے نفس

۴۔ تعلیم جدید کے مقاصد میں کہا گیا تھا کہ اس سے مزین ہو کر تعلیم یافتہ طبقہ معاش کا ذریعہ آسانی سے پیدا کرے گا۔ اقبال کی نگاہ میں یہ مقصد غلامیٔ افرنگ کو اور زیادہ مضبوط اور دیرپا کرنے کا باعث ہوگا۔

وہ علم نہیں زہر ہے احرار کے حق میں
جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کفِ جو

جدید تعلیم نے جاں بھی گروِ غیر اور بدن بھی گروِ غیر کی کیفیت پیدا کر دی۔ اقبال دیکھ کر بڑے سوز سے تڑپ اٹھے۔

به طفلِ مکتبِ ما این دعا گفت
پئے نانے بہ بندِ کس میفتاد

۵۔ بتایا گیا کہ جدید تعلیم سے روشن خیالی اور آزادی ضمیر حاصل ہوگی۔ مگر اقبال کا تجربہ یہ ہے کہ یہ روشن خیالی درحقیقت ناپختہ ذہنی ہے۔ دینی عقائد سے بیزاری اور الحاد کی طرف راہبری ہے۔

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر
لبِ خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

الغرض جدید تعلیم اقبال کے نزدیک درحقیقت مسلمانوں کے خلاف ایک گہری سازش تھی تعلیم کے حسین پردے میں نوجوانوں کو بے یقینی اور الحاد کی تاریک وادی میں چھوڑنا تھا۔ فرماتے ہیں۔

اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

علم، جو بذاتِ خود منبع خیر و قوت ہے۔ مظہر جبریل ہے۔ اب جدید تعلیم سے شر و قہر کا مظہر اور ابلیس بنا

علم از و رسواست اندر شہر و دشت
جبرئیل از صحبتش ابلیس گشت

۶۔ اقبال کی نگاہ میں وہ علم جس میں عشق کا امتزاج نہ ہو ناپسندیدہ ہے۔ وہ اس علم کے مداح ہیں۔ جس میں عشق کا امتزاج ہو فرماتے ہیں۔

علم بے عشق است از طاغوتیاں
علم با عشق است از لاہوتیاں

گویا علم با عشق مشرف با اسلام ہے۔ اس کی ضیا پاشیوں سے جہاں منور ہے دل

زندہ ہے روح خداشناس ہے۔ اور علم بے عشق اسلام سے دور، طاغوت کا وجود ، بے حرمان و بے نصیب ہے۔ اس سے دل تاریک اور جسم غلام ہوتا ہے۔

۷۔ علم اپنی وسعت کے باوصف، اگر اسلام کے تابع نہ ہو تو وہ شیطان ہے، بولہب ہے۔ ضروری ہے کہ تمام علوم، قرآنی ہدایت کے تابع ہوں نہ کہ اس کو اپنے تابع بنائیں۔ جب تک قرآن، علوم پر حاکم نہ ہوگا۔ علوم نامسلمان رہیں گے۔ اس حقیقت کو اقبال نے کس خوبی سے بیان کیا ہے۔

خوشتر آں باشد مسلمانش کنی
کشتۂ شمشیرِ قرآنش کنی

۸۔ سیکولر تعلیم نے اسلامی قومیت کی بقا و نشو و نما کو سخت نقصان پہنچایا۔ اقبال موجودہ تعلیمی تحریکات کو مسلم قومیت کی تشکیل کے لئے کافی نہیں سمجھتے وہ چاہتے ہیں۔ کہ ایسا عظیم الشان نظام تعلیم قائم کیا جائے۔ جو ایک طرف تو افراد میں اسلامی شعور بیدار کرے اور دوسری طرف سیکولر نظام کے منفی اثرات کا بالکلیہ سدِ باب کرے۔ وہ لکھتے ہیں۔

اخلاق و مذہب کے اصول و فروع کی تلقین کے لئے موجودہ زمانے کے واعظ کو تاریخ اقتصادیات اور عمرانیات کے حقائقِ عظیمہ سے آشنا ہونے کے علاوہ اپنی قوم کے لٹریچر اور تخیل میں پوری دسترس رکھنی چاہیئے۔ الندوہ، علی گڑھ کالج، مدرسہ دیوبند اس قسم کے دوسرے مدارس جو الگ الگ کام کر رہے ہیں۔ اس بڑی ضرورت کو رفع نہیں کر سکتے .... لہ

۹۔ سیکولر تعلیم خواہ یہ مکتب کی تعلیم ہو یا کالج کی۔ اقبال کے نزدیک اسلامی قومیت کی تشکیل میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ سیکولر تعلیم سے قومیت کا مفہوم وہ بن جاتا ہے۔ جسے اہلِ مغرب نے نہ صرف قبول کیا۔ بلکہ اس کی اشاعت و تشہیر میں پوری

لہ مقالات اقبال مرتبہ سید عبدالواحد / بحوالہ اقبال اور تعلیم از محمد احمد خان
ص ۲۳۹

صلاحیتیں صرف کردیں۔ یہ تصور قومیت وطن، نسل، رنگ، زبان کے اجزائے ترکیبی سے نشوونما پاتا ہے۔ حالانکہ اسلام انہی امتیازات کو مٹانے آیا تھا۔ بدقسمتی سے دارالعلوم دیوبند کے طالب علم نہیں معلم بلکہ صدر معلم نے جب اسلامی قومیت کا ناطہ وطن سے جوڑا تو اقبال سراپا احتجاج بن کر گویا ہوئے۔

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ !!
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی ست
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمدِ عربی است
بمصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

۱۰۔ اقبال تحقیق و جستجو کا متلاشی ہے۔ اس کے نزدیک تحقیق سے قوموں کا وجود ہے۔ مگر مغربی محققین، جنہیں ہم مستشرقین کہتے ہیں، کی تحقیق سے ناراض ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مستشرقین تحقیق کے پردے میں اپنے مقاصد، سیاسی ہوں یا تبلیغی بروئے کار لانا چاہتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

"میں یورپین مستشرقین کا قائل نہیں کیونکہ ان کی تصانیف سیاسی پراپیگنڈہ یا تبلیغی مقاصد کی تخلیق ہوتی ہیں۔" [۲۸]

۱۱۔ اقبال کے نظریہ میں عورتوں کی تعلیم اس طرز کی ہونی چاہیئے جو اسے اپنے فرائض منصبی سے آگاہ کر دے۔ چراغ محفل کی بجائے چراغ خانہ بنا دے۔ عورتوں کی تعلیم دین کی تعلیم بنیادی اور ابتدا سے ہی ہونی چاہیئے۔ ضرب کلیم کا قطعہ ملاحظہ ہو۔ عنوان ہے "عورت اور تعلیم"۔

تہذیب فرنگی ہے، اگر مرگ امومت
ہے حضرت انسان کے لئے اس کا ثمر موت

---

[۲۸] اقبال نامہ، مرتبہ شیخ عطاءاللہ / بحوالہ اقبال اور مسئلہ تعلیم۔ ص ۲۹۱

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت
بے گانہ رہے دیں سے اگر مدرسۂ زن
ہے عشق و محبت کے لئے علم و ہنر موت

تعلیم نسواں کے بارے میں اقبال نے جو کچھ اشعار کی صورت میں پیش کیا۔ اس کا خلاصہ انہی کی نثر میں ملاحظہ کیجئے۔

"ایک قوم کی حیثیت سے ہمارے استحکام کا انحصار مذہبی اصولوں کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہنے پر ہے۔ جس لمحہ یہ گرفت ڈھیلی پڑ جائے گی۔ ہم کہیں کے نہیں رہیں گے۔ شاید ہمارا حشر یہودیوں جیسا ہو جائے۔ تو پھر ہم اس گرفت کو، مضبوط و مستحکم کرنے کے لئے کیا کر سکتے ہیں کسی قوم میں مذہب کا محافظ" خاص کون ہوتا ہے۔ ؟ عورت اور صرف عورت۔ اس لئے مسلمان عورت کو عمدہ، معقول و معتبر دینی تعلیم ملنی چاہیئے۔ کیوں کہ وہی فی الواقعی قوم کی معمار ہے۔ میں مطلقاً آزاد طریقہ تعلیم کا قائل نہیں۔ دیگر تمام امور کی طرح طریقہ تعلیم کا تعین بھی ایک قوم کی ضروریات کے ماتحت ہونا چاہیئے۔ ہمارے مقاصد کے لئے مسلمان لڑکیوں کی دینی تعلیم کافی ہے۔" [۱۳]

۱۱۔ اسلامی ریسرچ کی اہمیت، موجودہ دور میں اس کے تقاضے اور مستشرقین کی تحقیق کے بارے میں اقبال کے نظریات گزشتہ سطور میں گزر چکے ہیں۔ تحقیق اسلامی کے بنیادی شرائط اور تحقیق کی غرض و غایت کیا ہے۔ خود اقبال کی زبانی سنیئے۔

"مصر جائیے، عربی زبان میں مہارت پیدا کیجئے۔ اسلامی علوم، اسلام کی دینی و سیاسی تاریخ، تصوف، فقہ، تفسیر کا بغور مطالعہ کر کے محمدِ عربی کی اصلی روح تک پہنچنے کی کوشش کیجئے۔" [۱۴]

---

[۱۳] اقبال اور مسئلہ تعلیم ۔ ص ۱۷۴

[۱۴] اقبال نامہ حصہ اول مرتبہ شیخ عطاء اللہ / بحوالہ اقبال اور مسئلہ تعلیم ۔ ص ۲۱۴

الانتباہ

مغربی طرزِ تعلیم کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ مغربی تعلیم یافتہ حضرات اپنے طور پہ یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ قدیم طرز پہ تعلیم پائے ہوئے افراد میں ملکہ تحقیق اور قابلیت پیدا نہیں ہوسکتی۔ وہ صرف مسجد کے امام، نکاح خواں یا واعظ بن سکتے ہیں۔ یہ لوگ تحقیق سے عاری ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ خیال سرے سے غلط ہے۔ قدیم طرز کی مشرقی تعلیم طلباء میں وہ پیدا کرتی تھی کہ آج کی یونیورسٹیوں کے فاضل بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ تحقیقی اور علمی میدان میں ان کا کوئی ہمسر نہیں ہوسکتا۔ اپنی بے نفسی اور سادگی سے ہمیشہ یہ لوگ ہیچ مدانی کا دعویٰ کرتے[1]۔ جنرل سلیمن، جو ٹھگی کے انسداد کی وجہ سے ہندوستان کی تاریخ میں ممتاز مرتبہ رکھتے ہیں اور جنہیں ہندوستانیوں کے ساتھ ملنے جلنے کا اتفاق عام یونیورسٹیوں سے زیادہ ہوتا رہا، ہندوستان کے دورِ زوال کی تعلیم کی عظمت کا اعتراف یوں کرتے ہیں:۔

"دنیا میں ایسی قومیں بہت کم ہوں گی جن میں تعلیم اس قدر عام ہے جس قدر ہندوستان کے مسلمانوں میں۔ ان میں جو کوئی بیس روپیہ ماہوار کا متصدی ہوتا ہے وہ اپنے لڑکوں کو اس طرح تعلیم دیتا ہے جس طرح ایک وزیرِ اعظم اپنی اولاد کو۔ اور جو علوم ہمارے بچے لاطینی اور یونانی زبانوں میں اپنے کالجوں میں حاصل کرتے ہیں وہی یہ لوگ عربی اور فارسی زبانوں میں سیکھتے ہیں اور سات سال کے درس کے بعد ایک طالب علم اپنے سر پہ جو آکسفورڈ کے فارغ التحصیل طالبعلم

---

[1] مشہور فاضل و محقق پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں امام احمد رضا کے فضل و کمال کا اس طرح اقرار کرتے ہیں: "اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ اپنے دور کے بے مثل علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے فضل و کمال ذہانت، فطانت، طباعی و دراکی کے سامنے بڑے بڑے علماء فضلا، یونیورسٹیوں کے اساتذہ، محققین، مستشرقین نظروں میں نہیں جچتے۔ مختصر یہ کہ وہ کون سا علم ہے جو انہیں نہیں آتا، وہ کون سا فن ہے جس سے وہ واقف نہیں" بحوالہ حیات مولانا احمد رضا بریلوی از پروفیسر محمد مسعود احمد۔ ص ۱۵۱

… عالم سے بہرا ہوتا ہے، دستار فضیلت باندھتا ہے اور اسی طرح روانی سے سقراط، ارسطو، افلاطون، بقراط، جالینوس اور بوعلی سینا پر گفتگو کرسکتا ہے جس طرح آکسفورڈ کا کامیاب طالب علم۔" [۲]

علماء کے سادہ معمولی مکان، مسجدوں کے صحن اور خانقاہوں کے حجرے قدیم طرز تعلیم میں مرکز علوم و تحقیق کا کام دیتے تھے۔ جدید مغربی تعلیم کے زیر اثر ان علمی مراکز کے خلاف ایک باقاعدہ سازش جاری ہے۔ حالانکہ یہی سادہ اور تکلف سے دور علمی مراکز آج کی پُر تکلف علمی درسگاہوں سے کسی صورت میں بھی کم درجہ نہ تھے۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم، مدرسے اور دارالعلوموں کے بارے میں لکھا ہے کہ جس پائے کے علماء ان درسگاہوں سے اٹھے آج کے دور کو وہ علماء نصیب نہیں۔ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:۔

"اگرچہ ۳۶۱ھ کے متصل ہی ممالک اسلامی میں درس و تدریس کا ایک عظیم الشان سلسلہ قائم ہوگیا اور انہیں دو تین صوبوں میں جس درجے کے سینکڑوں، ہزاروں مجتہد، فقیہ، ادیب، شاعر، فلاسفر، مورخ پیدا ہوگئے۔ زمانے کے نوسو برس کی وسیع مدت میں بھی اس پایہ کے لوگ نصیب نہیں ہوئے۔ لیکن تعجب ہے کہ تاریخ کے صفحوں میں چوتھی صدی کے آخیر تک بھی کسی معمولی کالج یا اسکول کا نشان نہیں ملتا۔ مسجدوں کے صحن، خانقاہوں کے حجرے علماء کے معمولی مکانات، یہی اس وقت کے مدرسے یا دارالعلوم تھے۔" [۳]

---

[۲] تاریخ روہیل کھنڈ تاریخ بریلی، مولفہ مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی۔ ص ۲۷۹/۲۸۰

نوٹ:۔ جنرل سلیمن کی تصدیق پر مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی اس طرح تبصرہ کرتے ہیں:۔ ان سطور سے تو یہ واضح ہوجاتا ہے کہ شمالی ہندوستان کا نظام تعلیم اس زمانہ کے انگریزی نظام تعلیم سے یا آکسفورڈ کے موجودہ کلاسیکل کورس کے مقبول عام نصاب سے کسی طرح پست نہ تھا۔" تاریخ روہیل کھنڈ۔ ص ۲۸۰

[۳] مسلمانوں کی گزشتہ تعلیم، مرتبہ شبلی نعمانی، مطبوعہ قومی پریس لکھنؤ۔ بار دوم۔ ص ۳۲۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ

بحیثیت ایک عظیم ماہرِ تعلیم

امام احمد رضا قدس سرہٗ جہادِ آزادی سے ایک سال قبل ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو مرکزِ علم وفضل بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کی زندگی کا مختصر خاکہ یہ ہے۔

۱۲۷۶ھ / ۱۸۶۰ء چار سال کی عمر میں قرآنِ مجید ناظرہ ختم کر لیا۔

۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء کو ہدایت النحو کی شرح لکھی۔

۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۶ء کو اصولِ فقہ کی بلند مرتبت کتاب مسلم الثبوت پر حاشیہ لکھا۔

۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء کو مروجہ علوم عقلیہ ونقلیہ کی تعلیم سے فراغت پائی۔ دستارِ فضیلت سے نوازے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر چودہ سال سے بھی کچھ کم تھی۔

۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء کو دار الافتاء بریلی میں مسند افتاء کی ذمہ داری سونپی گئی۔ جس کو آخری دم تک ایسا نبھایا کہ شاید و باید۔

ربیع الاول ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۷ء کو مارہرہ مطہرہ میں حاضر ہو کر والد ماجد حضرت مولانا شاہ محمد نقی خاں قدس سرہٗ کے ہمراہ قدوۃ الاولیاء الکاملین حضرت سید شاہ آلِ رسول قدس سرہٗ العزیز کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور اسی وقت جمیع سلاسلِ طریقت کی اجازت سے مشرف ہوئے۔

۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۸ء کو والدین کے ہمراہ پہلا حج کیا۔ اسی دوران حرمین شریفین کے اعاظم علماء کرام سے جملہ علوم وفنون کی اجازت حاصل کی۔ حرمین کے علماء نے "ضیاء الدین احمد" کا عظیم لقب عطا کیا۔ یہ عطیہ ربانی دراصل آپ کے علم وفضل کا اظہار تھا۔

۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء کو علمی مرکز فرنگی محل میں نزول اجلال فرمایا۔

۱۵ تا ۱۷ شوال ۱۳۱۱ھ / ۲۲ تا ۲۴ اپریل ۱۸۹۳ء کو ندوۃ العلماء کے جلسۂ تاسیس میں شرکت فرمائی اور "اصلاحِ نصاب" پر ایک مفید مقالہ پڑھا۔ اس اجلاس میں ملک بھر کے جلیل القدر علماء ماہرین تعلیم جمع تھے۔ ان میں مولانا محمد علی مونگیری، مولانا لطف اللہ علی گڑھی، مولانا احمد حسن کانپوری، علامہ شبلی نعمانی، شیعہ مجتہد غلام حسین کنتوری، مولوی محمد ابراہیم آروی (اہل حدیث) اور مولوی محمد احسن بہاری (غیر مقلد) کا نام خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے۔ [۱]

۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں بریلی میں ایک عظیم نئے دار العلوم کی بنیاد رکھی، جو منظر اسلام کے نام سے مشہور ہوا۔

۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء کو دوسرا حج کیا۔ اسی سفر حج کے دوران علماء مکۂ معظمہ و مدینۂ منورہ اور عالم اسلام سے آئے ہوئے بے شمار فاضل علماء کرام نے باصرار امام احمد رضا قدس سرہ سے علوم و فنون اور سلاسل طریقت کی اجازتیں حاصل کیں۔ جلیل القدر علماء نے آپ کی وہ عزت افزائی فرمائی کہ شاید ہی کسی کو نصیب ہوئی ہو۔ [۲]

۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء کو تدبیر فلاح و نجات اصلاح تصنیف فرمائی۔ جس میں مسلمانوں کی ترقی و آزادی کے لئے تجاویز مرتب فرمائیں۔

۱۳۴۰ھ صفر کی پچیس تاریخ بروز جمعۃ المبارک ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو بریلی میں وصال

---

[۱] سالانہ رپورٹ ندوۃ العلماء، مطبوعہ کانپور ۱۳۱۲ھ بحوالہ تذکرہ محدث سورتی ص ۱۰۶۔

نوٹ: مطبوعہ رپورٹ میں اس اجلاس کی اہمیت کا ذکر ان الفاظ میں ہے: "وہ جلسہ جو مسلمانوں کے ادبار اور ان کے باہمی نفاق اور مذہبی جھگڑوں کو دور کر سکتا ہے۔ وہ صرف ندوۃ العلماء ہے اور یہ ہندوستان میں اپنی قسم کا پہلا اجلاس ہے۔" "ندوہ کی" بے جا رواداری کی بنا پر امام احمد رضا اور دیگر علماء اہل سنت اس سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ تذکرہ محدث سورتی۔ ص ۱۰۳۔

[۲] سفر حج، علماء کرام کی اجازتیں حاصل کرنا اور خاص حرمین طیبین میں عزت افزائی کی تفصیل ملاحظہ کرنے کے لئے رجوع فرمائیں۔ (ا) الملفوظ حصہ دوم۔ (ب) الاجازات المتینۃ لعلماء مکۃ والمدینۃ (ج) مقدمہ حسام الحرمین۔ (د) فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں وغیرہ

Marfat.com

فرمایا۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ کا خاندان برصغیر میں ایک عظیم علمی شہرت کا حامل رہا ہے۔ آباو اجداد کا شمار اپنے دور کے جلیل المرتبت فضلاء میں ہوتا تھا۔ روحانی اور علمی امور میں یہ حضرات مرجعِ خلائق تھے۔

مشہور بزرگ مورخ مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی "اسلامی مدارس وغیرہ" کے عنوان سے بریلی کی علمی عظمت کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

"بریلی میں علوم اسلامی کے عروج کا زمانہ حافظ الملک کے عہد سے شروع ہوتا ہے۔ جبکہ روہیل کھنڈ میں پانچ ہزار علماء مساجد و مدارس میں درس دیتے ہیں۔ مولوی حیدر علی لکھتے ہیں" اگرچہ شہر بانس بریلی بمقابلہ دہلی، لکھنؤ، آگرہ قصبہ ہے۔ مگر کبھی یہ قصبہ عالموں، حکیموں، شاعروں، خوش نویسوں اور ہنرمندوں سے خالی نہیں رہا" [۳۵]

یہی مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی خاص امام احمد رضا قدس سرہٗ اور ان کے خاندان کے علمی مقام کو مختصر الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں۔

"اس مدرسہ کو ایک مشہور سلسلۂ خاندان سے نسبت ہے۔ جس کے مورثِ اعلیٰ محمد سعید خاں ان کے لڑکے محمد سعادت علی خاں، ان کے لڑکے محمد اعظم خان، ان کے لڑکے محمد کاظم علی خاں، ان کے لڑکے محمد رضا علی خاں، ان کے لڑکے نقی علی خان اور ان کے لڑکے احمد رضا خاں، حسن رضا خاں، محمد رضا خاں۔

احمد رضا کے لڑکے حامد رضا خاں و مصطفےٰ رضا خاں صاحبان بہت مشہور ہوئے۔ محمد اعظم خاں نے دہلی سے بریلی سکونت منتقل کی۔ اس خاندان سے دیہات زمینداری سے امیرانہ بسر ہوتی رہی۔

مولوی احمد رضا خاں کی شہرت کو چار چاند لگ گئے۔ حنفی، سنی، فاضل اجل، کامل اکمل سید شاہ آل رسول رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تقریباً (۵۰۰) کتابیں تصنیف کیں۔ سفر حجاز میں علمائے عرب سے سندِ حدیث و فقہ و اصول و تفسیر حاصل کی۔ مسائل فقہ میں فتاویٰ رضویہ

---

[۳۵] تاریخ روہیل کھنڈ مع تاریخ بریلی مولفہ مولوی عبدالعزیز خان بریلوی، عمران اکیڈمی کراچی ص ۲۵۵

نوٹ: کتاب ہٰذا کا مشہور ماہر تعلیم ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے مقدمہ لکھا ہے۔

Marfat.com

طویل ترین کتاب لکھی، قرآن کریم کا بہترین ترجمہ کیا، ایک عمر فتاویٰ نویسی میں بسر کی، تقریر و تحریر کے ذریعے سے پچاس برس خدمت دین میں گزارے۔ نام نامی اعلیٰ حضرت مولانا حاجی شاہ احمد رضا خاں، مجدد ماۃ حاضرہ مشہور ہوا۔ تاریخ ولادت ۲ / ۷ / ۱۲۷۲ھ المتوفی ۱۵ ستمبر ۱۳۴۰ھ مدفن، مسکن سے قریب معتقدین کا سلسلہ دور دور تک پھیلا ہوا۔ آپ کی جماعت کا نام "جماعت رضائے مصطفیٰ" دو درس گاہیں، ایک سوداگری محلہ میں، دوسری مسجد بی بی صاحبہ جی میں (بہار پور) دار العلوم کا نام منظر اسلام"۔ ۴ھ

امام احمد رضا قدس سرہٗ جن علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے، ان کی تعداد پچپن سے زائد ہے۔ ان میں سے بعض علوم آپ نے اساتذہ کرام سے حاصل کئے، بعض علوم اساتذہ فن کی کتب سے محض مطالعہ سے حاصل کئے۔ بعض علوم کو آپ نے ایجاد کیا، جن علوم پر آپ کو عبور تام تھا، ان میں ریاضی، ہیئت اور طبیعات کے بعض وہ فنون ہیں جن سے آج کے علمی دور میں علماء قدیم اور علماء جدید دونوں کے کان ناآشنا ہیں۔ ۵ھ علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر، مشہور ریاضی دان ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد نے پہلی ہی ملاقات کے بعد جو تاثر بیان کیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں۔

"حقیقت میں یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے"۔ ۶ھ

۴ھ تاریخ روہیل کھنڈ مع تاریخ بریلی۔ ص ۲۵۶۔

نوٹ ۱: جدید تحقیق کے مطابق آپ کی تصانیف تقریباً ایک ہزار ہیں۔ اور وصال ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء۔

۵ھ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:- الاجازات المتینۃ لعلماء مکہ والمدینۃ کر ہوا۔ فقیر قادری عفی عنہ

اب فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔

۶ھ اکرام امام احمد رضا۔ تالیف ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ مطبوعہ مرکزی مجلس رضا، لاہور۔

نوٹ ۱: امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ساری عمر انگریز اور ہندو کے خلاف قلمی جہاد میں گزاری۔ وہ شمس العلماء یا اس نوعیت کے کسی خطاب کی خواہش کس طرح کرتے؟ اور نہ آپ کے کسی متوسل نے اس کی تحریک کی۔ ورنہ امام احمد رضا، ان کی اولاد، تلامذہ حتیٰ کہ خدام بھی اس پائے کے عالم تھے کہ بے دریغ انہیں شمس العلماء کا خطاب دیا جا سکتا ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ۔

تعلیم سے فارغ ہو کر امام احمد رضا قدس سرہٗ نے تدریس کے فرائض سرانجام دیئے آپ کے اکثر تلامذہ آسمانِ علم و فضل کے نیّر درخشاں بن کر چمکے ۔ ۵۷

اپنے دور کے جلیل القدر علماء سے امام احمد رضا قدس سرہٗ کے گہرے علمی روابط تھے اکثر آپ کے ہاں علمی محافل کا انعقاد ہوتا جس میں یہ علمی ستارے جمع ہوئے ایسا بھی ہوتا ۔ ان علماء کے ہاں یا ان کے مدارس کے سالانہ اجلاس میں امام احمد رضا شریک ہوتے ۔ علمی مذاکرات ہوتے ۔ بعض مدارس میں امام احمد رضا قدس سرہٗ بطور ممتحن تشریف لے جاتے ۔ طلبہ کی علمی استعداد معلوم کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے مسائل سے براہِ راست واقفیت حاصل کرتے ۔ علمی مراکز کے ناظم حضرات آپ سے اکثر علمی امور پر مشورہ لیتے ۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے زندگی بھر ملازمت نہیں کی کہ ملازمت کے کچھ ایسے تقاضے ہوتے ہیں، جو ملازم کو اپنی مرضی کے خلاف پورے کرنے پڑتے ہیں ۔ آزادی کے ساتھ اظہار رائے ممکن نہیں ہوتا ۔ مگر امام احمد رضا کو جو کچھ کہنا ہوتا بڑے واشگاف الفاظ میں برملا بیان کر دیتے ۔

برصغیر میں ایک ہزار سالہ مسلمانوں کے دورِ اقتدار کا زوال آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ۔ نئے خداوندانِ اقتدار کی تعلیم اور ان کی تہذیب کے پرستاروں کی غیر دانش مندانہ حرکات اور

---

۵۷ امام احمد رضا قدس سرہٗ کی ذات مرجع العلماء تھی ۔ دور دور سے طلباء استفادہ کے لئے حاضر ہوتے ۔ یہاں تک کہ سہارنپور اور دیوبند کے چند طلباء بھی حدیث و فقہ کے درس کے لئے حاضر ہوتے ملاحظہ ہو ۔ چودھویں صدی کے مجدد ، مطبوعہ مکتبہ رضویہ ، لاہور ۔ ص ۸۵ ۔

فاضل بریلوی کے تلامذہ کی طویل فہرست میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں ۔

۱ ۔ مولانا حسن رضا خاں ۔ ۲ ۔ مولانا محمد رضا خاں ۔ ۳ ۔ مولانا حامد رضا خاں

۴ ۔ مولانا سید اشرف اشرفی ۵ ۔ مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی ۶ ۔ مولانا ظفر الدین بہاری

۷ ۔ مولانا عبد الاحد پیلی بھیتی ۸ ۔ مولانا حسنین رضا خاں ۹ ۔ مولانا سلطان احمد خاں

۱۰ ۔ مولانا سید امیر احمد ۱۱ ۔ مولانا حافظ یقین الدین ۱۲ ۔ مولانا حافظ عبد الکریم

۱۳ ۔ مولانا سید نور احمد چاٹگامی ۱۴ ۔ مولانا منور حسین ۱۵ ۔ مولانا واعظ الدین

۱۶ ۔ مولانا عبد الرشید ۱۷ ۔ مولانا شاہ غلام محمد بہاری ۱۸ ۔ مولانا حکیم عزیز غوث ۱۹ ۔ مولانا نواب مرزا ۔

اسلام دشمن کردار، قدیم اقدار سے نفرت اور جدید تہذیب سے محبت ــــــ یہ سب کچھ آپ کے سامنے تھا۔ اس پر آپ کا دِل تلملایا، تڑپا، مسلمانوں کو نا مسلمان بنانے کی مذموم کوششوں کا آپ آپ نے بغور جائزہ لیا۔

اپنے خاندانی علمی پس منظر کے علاوہ امام احمد رضا قدس سرہٗ کی اپنی تمام زندگی عملی و علمی مسائل اور ان کے حل سے متعلق گزری اور پھر بقول علامہ اقبال ــــــ "وہ بڑی سوچ بچار اور غور و فکر کے بعد اپنی رائے قائم کرتے ہیں۔ اس طرح انہیں اپنی رائے تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی" ــــــ دیگر حیثیات کے علاوہ امام احمد رضا قدس سرہٗ ایک معلم تھے۔ ایک مفکر تھے، ایک مجدّد تھے۔ ہندوستان کے دورِ آخر میں اتنی ہمہ گیر صفات و جہات کا مالک اور بصیرتِ "تامہ" رکھنے والا مفکر بہت کم ہی دیکھنے میں آیا۔ وہ اس طبیب کی طرح قوم کا علاج کرتا رہا۔ جو اصل مرض کی تشخیص کے بعد ہی بنیادی علاج کرتا ہو۔ اس طرح اگرچہ یہ علاج دیر طلب ہوتا ہے۔ مگر مؤثر اور دیرپا ہوتا ہے۔

ان حیثیات کی موجودگی میں امام احمد رضا قدس سرہٗ کا "کہا ہوا" اس قابل ہے کہ سنا جائے، پڑھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز

کا

نظریۂ تعلیم

وظلِ ثانی، غایۃ الارتفاع و مثلِ اول و ثانی و غروبِ شمس و شفقِ احمر و ابیض کہ نماز و سحری و افطار وغیرہ امورِ دینیہ و مسائلِ شرعیہ میں اون کی سخت حاجت عامہ کو بر وجہِ تحقیق بقدرِ قدرتِ بشری بے علم زیجات یا الآتِ رصدیہ نا متصور۔ ان کی ناواقفی سے بہت سے لوگ غلطیوں میں مبتلا رہتے ہیں۔" ۱؎

امام احمد رضا قدس سرہٗ کی وضاحت و صراحت کی موجودگی میں کون سا علم ایسا ہے، جس سے خدمتِ دین نہیں لی جا سکتی۔ یا انسان کی حاجات اصلیہ حقیقیہ میں مفید نہیں۔ نہ معلوم کہ علوم کی دینی و دنیوی خانوں میں تقسیم کب ہوئی ؟ ہاں اس کا ایک نتیجہ ضرور نکلا کہ وہ علوم جن کی تعلیم میں دین فہمی کی خدمت نہ لی جائے۔ وہ یقیناً اس قابل ہیں کہ ان کی تعلیم سے منع کیا جائے۔ وہ علوم باعثِ تضیعِ اوقات ہیں۔ مسلمان جب تک علوم کو ان اغراضِ صحیحہ کے لئے حاصل کرتے رہے۔ دنیا و آخرت میں سرخرو رہے اور جب مسلمانوں نے اپنی تعلیم میں ان اغراضِ صحیحہ اور مقاصدِ حقیقیہ کو خارج کر دیا ہے۔ تب سے پستی میں ہیں۔ اگرچہ جملہ علوم و فنون کی تعلیم عام ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ کے نزدیک مسلمانوں کا احترام اور وقار تعلیم میں ان اغراضِ صحیحہ کو نصب العین بنانے کی بنا پر تھا علمِ دین کی اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے آپ لکھتے ہیں۔

"سب سے زیادہ، سب کی جان، سب کی اصل اعظم وہ دینِ متین تھا جس کی رسّی مضبوط تھامنے نے اگلوں کو ان مدارجِ عالیہ پر پہنچایا۔ چار دانگ عالم میں ان کی ہیبت کا سکہ بٹھایا، نان شبینہ کے محتاجوں کو بلند تاجوں کا مالک بنایا اور اسی کے چھوڑنے نے پچھلوں کو یوں چاہِ ذلت میں گرایا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔" ۲؎

دینی اور دنیوی تعلیم کی تقسیم کی موجودگی میں یہ تصور کتنا عجیب اور بعید معلوم ہوتا ہے۔ (اگرچہ حقیقت)، کہ دنیوی علوم کی تحصیل اگر حسنِ نیت کے ساتھ اور مقاصدِ صحیحہ کے لئے کروگے وہی تعلیم

۱؎ فتاویٰ رضویہ۔ جلد دہم۔ مطبوعہ بیسلپور ضلع پیلی بھیت (انڈیا)، ص ۸۱ - ۸۳

۲؎ مکتوب امام احمد رضا بنام الحاج لعل خان، کلکتہ۔ محررہ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مندرجہ حیاتِ صدر الافاضل از مولانا سید غلام معین الدین نعیمی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء، ص ۱۵۹

دینی بن جائے گی۔ حسنِ نیت سے بے شمار احکام بدل جاتے ہیں۔ اچھا بھلا کام نیت بدلنے سے نامسعود بن جاتا ہے۔ لِکُلِّ امْرِیٍٔ مَا نَوٰی اور انما الاعمال بِالنیات احادیث کا شان ورود یہی سبق دیتا ہے۔

اب ذرا دوسرے پہلو سے دیکھیں۔ عامۃ الناس کے ذہن کی سطح پر اتر کر امام احمد رضا قدس سرہٗ نے مسلمانوں کی ترقی کے لئے ہدایت فرمائی۔ ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء کو تدبیر فلاح و نجات و اصلاح کتاب میں چار نکاتی پروگرام پیش کیا جس میں مسلمانوں کو ہدایت کی۔

"علم دین کی ترویج و اشاعت کریں۔" سے

"۱۱ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ / ۲۰ جنوری ۱۹۲۱ء امام احمد رضا قدس سرہٗ کے وصال سے چند ماہ پیشتر مسجد بی بی جی۔ بریلی میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ شدید علالت و نقاہت کے باعث خود امام احمد رضا قدس سرہٗ اس میں شریک نہ ہو سکے۔ لیکن آپ نے ایک پیغام بھیجا جو وہاں جلسہ میں پڑھ کر سنایا گیا اس میں بھی آپ نے اصلاح احوال کی انہی تجاویز کا اعادہ فرما کر زور دیا جو تدبیر فلاح و نجات و اصلاح میں آپ نے اس سے پہلے بیان کی تھیں۔ ملاحظہ ہو۔

"آٹھ برس ہوئے جب اس جنگ کا نام و گمان بھی نہ تھا۔ فقیر نے فلاح مسلمین کے لئے چار تدبیریں شائع کی تھیں۔ امید ہے کہ ان پر غور فرما کر ان کے اجراء میں سعی کریں گے۔" و باللّٰہ التوفیق والسلام" ھ

امام احمد رضا قدس سرہٗ کے نزدیک تمام اصناف علوم کی تعلیم کا مقصد و مدعا دین فہمی، اور اللہ جل و علا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ پر چلنا ہے۔ تعلیم اگر خدا رسی اور رسول شناسی میں

ک د۔ اخبار دبدبہ سکندری، رامپور جلد ۴۹۔ نمبر ۱۰، ۱۳۳۱ھ۔

ب۔ ماہنامہ السواد الاعظم، مراد آباد جلد ۲، نمبر ۱۔ ۱۳۳۹ھ۔

ج۔ حیات صدر الافاضل از مولانا سید غلام معین الدین۔ مطبوعہ لاہور ص ۱۵۵

ھ۔ دوامع الحمید مطبوعہ بریلی دبار اول ۱۳۴۰ھ ص ۲۷

نوٹ: تدبیر فلاح و نجات و اصلاح کی چاروں تجاویز کی بنا پر پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی نے ایک تحقیقی مقالہ "فاضل بریلوی کے معاشی نکات" لکھا جس میں پروفیسر موصوف نے جدید معاشیات کے میدان میں امام احمد رضا قدس سرہٗ کی اولیت و اوّلیت ثابت کی ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

معاون نہیں تو بے کار محض اور تضیع اوقات ہے۔

ہمارے جامعات اور کلیات کے نصاب میں یہ کتنی زبردست کمی اور خامی ہے۔ غیروں کی تقلید میں ہم نے علوم جدیدہ کی تعلیم کا انتظام تو کر دیا ہے مگر ان کی تعلیم میں سرے سے اللہ فاعل ومختار کا ذکر ہی غائب کر دیا گیا ہے۔ اس طرح تعلیم دی جا رہی ہے کہ طالب علم یہی سمجھ بیٹھتا ہے کہ فلاں فلاں اشیاء سے فلاں مرکب بنتا ہے۔ فلاں شے کی اگر تحلیل کی جائے تو یہ اجزاء ملیں گے۔ "THERE IS A NATURE" کے تصور نے ہماری تعلیم سے خدا کا تصور غائب کر دیا ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ ان سائنسی علوم کی تحصیل کے بعد نوجوان خدا سے بے گانہ اور دین سے بے بہرہ رہتا ہے۔ اس کی کاوشیں صرف ماہیت اشیاء معلوم کرنے تک رہتی ہے۔ خالق ماہیت سے وہ عاری رہتا ہے۔

علوم جدیدہ ہوں یا قدیمہ، بس اگر نیچر کی جگہ اللہ جل مجدہ کا اضافہ کر دیا جائے تو طلبہ کے فکر و نظر میں حیرت انگیز انقلاب آسکتا ہے۔

۲۔ نظریۂ افادیت

علوم اپنے انواع واقسام کی کثرت کے باعث اس قدر کثیر ہیں کہ عام آدمی، جس کی زندگی قلیل ہے۔ تمام علوم کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اس لئے ضروری ہے وہ مفید علوم کی تحصیل کرے۔ اگر وقت ساتھ دے تو دوسرے علوم واقفیت کی غرض سے پڑھ سکتا ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ کے نزدیک نصاب میں وہ علوم شامل کئے جائیں جو دین ودنیا میں "مفید" ہوں۔ دین فہمی میں معین ومعاون ہوں۔ ان کے نزدیک معیارِ افادیت یہی ہے۔

حضور نبی اکرم معلم اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

نعوذ باللہ من علم لا ینفع۔ رواہ ابن ماجہ عن جابر رضی اللہ عنہ

ترجمہ: میں ایسے علم سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ کے نزدیک وہ علوم جو صرف دینوی مقاصد میں مفید ہوں۔ ان کی تعلیم بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ غیر شرعی تصورات سے منزہ ہوں۔ اس سلسلہ میں علوم

قدیمہ یا جدیدہ کی کوئی تمیز نہیں۔ جواز و عدم جواز کا معیار وہی افادیت ہے۔ بعض ماہرین تعلیم نے علوم کو محمود اور مردود علوم میں تقسیم کیا ہے۔ اس کی "اصل" یہ ہے کہ علوم فی نفسہا محمود ہیں۔ مگر ان "کا تعلق" انہیں محمود و مردود میں تقسیم کر دیتا ہے۔ جیسا کہ دولت کہ فی نفسہا خیر ہے۔ مگر اس "کا تعلق" اسے خیر اور شر میں تقسیم کر دیتا ہے۔ مگر معیارِ افادیت تو شرع مطہر ہے۔ [1]

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے علوم نافعہ اور مفیدہ کے لئے ایک معیار مقرر فرمایا، ایک سوال کے جواب میں فرمایا۔

"علم نافع وہ جس کے ساتھ فقاہت ہو۔" [2]

فقاہت وہ دولت عظمیٰ ہے، جسے خداوند کریم نے خیر کثیر فرمایا۔ ارشادِ ربانی ہے۔

من یوتی الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا الآیہ

ترجمہ: جسے دین کی سمجھ دی گئی اسے خیر کثیر عطا ہوئی۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فقاہت کو معیار افادیت و نافعیت مقرر فرما کر سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ جتنا اس کو کھولیں گے۔ اتنی ہی اس کی صداقت بڑھتی رہے گی۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ کے نظریہ افادیت کو سمجھنے کے لئے آپ کی درج ذیل نگارشات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ کسی نے سوال کیا حدیث طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم میں کون سا علم مراد ہے۔ تمام علوم مراد ہیں یا مخصوص ـــــ اس استفتاء کے جواب کے چند اقتباسات آپ بھی پڑھیں۔

---

[1] امام غزالی فرماتے ہیں "مفید علوم وہ ہیں جن سے دنیا کی حقارت اور عقبیٰ کی عظمت کے حالات معلوم ہوتے ہیں۔ اور جن سے آدمی آخرت کے منکروں اور دنیا داروں کی نادانی اور حماقت کو جانتا ہے اور کبر ریا، حسد، عجب، حرص، حب دنیا کی آفت اور ان کا علاج پہچانتا ہے۔ یہ علم دنیا کے لالچی کے حق میں بھی ایسا ہے جیسے پیاسے کے حق میں پانی اور بیمار کے حق میں دوا۔"
اکسیر ہدایت اردو ترجمہ کیمیائے سعادت، مطبوعہ نول کشور لکھنؤ (۱۸۹۰ء) ص ۶۵۔

[2] الملفوظ مولانا مفتی اعظم محمد مصطفےٰ رضا خان بریلوی، جلد اول۔ مطبوعہ کراچی۔ ص ۱۷

"فقیر غفر اللہ تعالیٰ قرآن و حدیث سے صدہا دلائل اس معنی پر قائم کر سکتا ہے کہ مصداقِ فضائل (علم) صرف علوم دینیہ ہیں و بس۔ ان کے سوا کوئی علم، شرع کے نزدیک علم، نہ آیات و احادیث میں مراد — اگرچہ عرف ناس میں یا باعتبار لغت اسے علم کہا کریں ہاں آلات و وسائل کے لئے حکم مقصود کا ہوتا ہے۔ مگر اسی وقت تک کہ وہ بقدر توسّل و بقصدِ توسّل سیکھے جائیں۔ اس طور پر وہ بھی موردِ فضائل ہیں، جیسے نماز کے لئے گھر سے جانے والوں کو حدیث میں فرمایا کہ وہ نماز میں ہیں۔ جب تک نماز کا انتظار کریں، نہ یہ کہ انہیں مقصود قرار دے لیں اور ان کے توغل میں عمر گزار دیں۔ نحوی، لغوی، ادیب، منطقی کہ انہیں علوم کا ہو رہے اور مقصدِ اصلی سے کام نہ رکھے۔ زنہار عالم نہیں کہ جس حیثیت کے صدقہ میں انہیں نام و مقام علم حاصل ہوتا جب وہ نہیں تو یہ اپنی حد ذات میں نہ ان خوبیوں کے مصداق تھے۔ "نہ قیامت تک ہوں گے" ہاں اسے کہیں گے کہ ایک صنعت جانتا ہے۔ جیسے آہنگر و نجار اور فلسفی کے لئے یہ مثال بھی ٹھیک نہیں کہ لوہار، بڑھئی کو ان کا فن دین میں ضرر نہیں پہنچاتا اور فلسفہ تو حرام و مضرِ اسلام ہے۔ اس میں منہمک رہنے والا لقب اجہل، جاہل اجہل بلکہ اس سے زائد کا مستحق ہے۔ ولا حولَ ولا قوۃَ الا باللہ العلی العظیم" ہیات ہیات" اسے علم سے کیا مناسبت۔ علم وہ ہے جو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترکہ ہے۔ نہ وہ جو کفارِ یونان کا پس خوردہ ....

اسی طرح وہ ہیئت جس میں انکار وجود آسمان و تکذیب گردش سیارات وغیرہ کفریات و امور مخالفہ شرع تعلیم کئے جائیں۔ وہ بھی مثلِ نجوم حرام و مذموم اور ضرورت سے زائد حساب یا جغرافیہ وغیرہما داخل فضولیات ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ علم تین ہیں۔ قرآن یا حدیث یا وہ چیز جو وجوب عمل میں ان کی ہمسر ہے۔ اگویا اجماع و قیاس کی طرف اشارہ ہے) اور ان کے سوا جو کچھ ہے سب فضول اخرج ابوداؤد وابن ماجہ والحاکم عن عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم العلم ثلثۃ آیۃ محکمۃ او سنۃ قائمۃ او فریضۃ عادلۃ وما کان سوا ذلک فھو فضل

اشعہ میں ہے ....

ہر چہ قال اللہ نے قال الرسول — فضلہ باشد فضلہ می خواں اے فضول[1]

ے کل العلوم سوی القرآن مشغلة + الا الحدیث و الفقه فی الدین ے[2]

(ب) منطق، فلسفہ اور دیگر علوم قدیمہ کی تعلیم کے جواز و عدم جواز کی بحث کے دوران امام احمد رضا قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں۔

"نفس منطق کہ ایک علم آلی و خادم علم اعلی الاعالی ہے۔ اس کے اصل مسائل یعنی مباحث خمس و قول شارح و تقاسیم قضایا و تناقض و عکوس و صناعات خمس کے تعلم میں اصلاً کوئی حرج شرعی نہیں نہ یہ مسائل شرع مطہر سے کچھ مخالفت رکھیں۔ بیان کرنے والے دائمہ کی مثال میں کُل شیئٍ معلوم اللہ تعالیٰ دائما کی جگہ کل فلک متحرک دائما لکھیں تو یہ ان کی تقصیر ہے۔ منطق کا قصور نہیں، ائمہ مؤیدین بنور اللہ المبین اپنی سلامت فطرت عالیہ کے باعث اس کی عبارات و اصلاحات سے مستغنی تھے۔ تو ان کے غیر" بے شک ان قواعد کی حاجت رکھتے ہیں جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو صرف و نحو و معانی و بیان وغیرھا علوم کی احتیاج نہ تھی کہ یہ ان کے اصل سلیقہ میں مرتکز تھے۔ اس سے ان کے غیر کا افتقار منتفی نہیں ہوتا۔ لہٰذا امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی نے فرمایا من لم یعرف المنطق فلا ثقة له فی العلوم اصلا[3] بہت ائمہ کرام نے اس سے اشتغال رکھا بلکہ اس میں تصانیف فرمائیں۔ بلکہ اسفار دینیہ مثل کتب اصول فقہ و اصول دین کا مقدمہ بنایا۔ رد المحتار میں ہے۔

اما منطق الاسلامیین الذی مقدماته قواعد اسلامیة

فلا وجه للقول بحرمته بل سماه الغزالی معیار العلوم

---

[3] فتاوی رضویہ۔ مصنفہ امام احمد رضا قدس سرہ، جلد دہم۔ مطبوعہ مبیل پور (بھارت) ص ۱۶-۱۷

نوٹ: ترجمہ شعر شیخ عبدالحق محدث دہلوی: قال اللہ و قال الرسول کے علاوہ جو کچھ ہے وہ سب فضلہ ہے۔ اے فضولی تو فضول علم پڑھ رہا ہے!

ترجمہ شعر امام شافعی: قرآن، حدیث اور فقہ فی الدین کے سوا تمام علوم ایک بے کار مشغلہ ہیں۔

[4] ترجمہ: جو منطق نہیں جانتا اسے علوم میں پختگی حاصل نہیں ہوتی۔

Marfat.com

وقد الف فيه علماء الاسلام ومنهم المحقق ابن الهمام فانه اتی منه ببیان معظم مطالبه فی مقدمة کتابه التحریر الاصولی[۵۵]

ہاں علم آلی سے بقدر آلیت اشتغال چاہیئے۔ اس میں منہمک ہو جانے والا سفیہ جاہل اور مقاصد اصلیہ سے محروم و غافل ہے"۔[۵۶]

ج ۱:- بعض علماء نے منطق فلسفہ وغیرہ علوم عقلیہ کی تعلیم سے منع فرمایا۔ خود امام احمد رضا قدس سرہٗ نے بھی بعض مقامات پر اس کی تصریح کی ہے۔ آپ کی درج ذیل عبارت "فلسفہ تو حرام و مضر اسلام ہے۔ اس میں منہمک رہنے والا القب اجہل، جاہل اجہل بلکہ اس سے زائد کا مستحق ہے"۔[۵۷]

گزشتہ مباحث میں گزر چکی ہے۔ بادی النظر میں اس سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ بعض علوم کی تعلیم ناروا ہے۔ حالانکہ بعض عبارات ائمہ کرام اور خود امام احمد رضا قدس سرہٗ سے یہ روشن ہے کہ فلسفہ و منطق کی تعلیم نہ صرف جائز ہے۔ بلکہ یہ علوم بقیہ علوم کے لئے بمنزلہ معیار العلوم ہیں۔ اس عقدہ کو امام احمد رضا قدس سرہٗ نے نفیس بحث کے بعد حل کیا ہے۔

مولوی کریم رضا نے گنج گیا (انڈیا) سے ۳۰ شوال ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۲ء کو دو سوالات پر مشتمل ایک استفتاء، امام احمد رضا قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش کیا۔ استفتاء کے سوالات کا خلاصہ یہ ہے۔

---

۵۵ ترجمہ:- مسلمانوں کی منطق کہ جس کے مقدمات قواعد شرعیہ ہیں۔ اس کی حرمت کے قول کا کوئی جواز نہیں۔ بلکہ امام غزالی نے اسے معیار العلوم کہا ہے۔ علماء اسلام نے اس فن میں تصانیف کی ہیں۔ انہی میں سے محقق ابن ہمام ہیں کہ انہوں نے اپنی کتاب التحریر الاصولی کے مقدمہ میں اس فن کے عظیم مباحث کو بیان کیا ہے۔

۵۶ فتاویٰ رضویہ جلد دہم، مطبوعہ بیسلپور ضلع پیلی بھیت (بھارت) ص ۸۱۔

۵۷ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔ ص ۱۷۔

۵۸ مولوی ابو الحسنات ندوی سابق رفیق دار المصنفین نے درس نظامی کی خوبیوں کو یوں بیان کیا ہے۔ "اس نصاب کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ طالب علموں میں امعان نظر اور قوت مطالعہ پیدا کرنے کا اس میں بہت لحاظ رکھا گیا ہے اور جس کسی نے تحقیق سے پڑھا ہو تو گو اس کو مابعد ختم تعلیم کسی مخصوص

باقی صفحہ ۶۳ پر

حضرت ملاں نظام الدین ؒ نے جو نصاب مقرر کیا تھا۔ (جسے آج تک درس نظامی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے) اس میں دینی علوم کے علاوہ علوم عقلی مثل فلسفہ و منطق و حکمت و ریاضی وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ زید ان علوم عقلیہ کی تعلیم سے منع کرتا ہے۔ زید کا ایسا کرنا، کہنا ازروئے شرع کیسا ہے؟

زید نے اپنے شاگرد عمرو سے بوقت درس حدیث عہد لیا تھا کہ تم کبھی فن معقول نہ پڑھانا۔ طلبا میں مہارت و ثقاہت پیدا کرنے کے لئے عمرو اب اپنے شاگردوں کو معقولات کی تعلیم دے سکتا ہے یا نہیں۔؟

استفتاء کے پہلے حصہ کے جواب کا ایک حصہ مرکزیت کے عنوان میں آپ نے ملاحظہ فرمایا حصہ بحث اول میں جو کچھ فرمایا وہ حفظ کے قابل ہے، فرماتے ہیں۔

"غور کیجئے کتنا تفاوت احکام ہو گیا اور تعلیقات میں تو ہزار ہا صورتیں نکلیں گی جن کا حکم بے ان علوم کے ہر گز نہ کھلے گا اور فقیہ کو ان کی طرف رجوع سے چارہ نہ ملے گا۔ لما لا یخفی علی من لہ ادنیٰ حظ منہا تو متعلقہ علوم عقلیہ کے تعلیم و تعلم کو ناجائز بتانا یہاں تک کہ بعض مسائل صحیحہ مفیدہ عقلیہ پر اشتغال کے باعث توضیح و تلویح جیسی کتب جلیلہ عظیمہ دینیہ کے پڑھانے سے منع کرنا سخت جہالت شدیدہ و سفاہت بعیدہ ہے ہاں اکثر طبعیات و عامہ الٰہیات فلاسفہ مخذولین صدہا کفر صریح و شرک جلی پر مشتمل مثلاً زمان و حرکت و افلاک و ہیولیٰ و صورت جرمیہ و نوعیہ و اسطقسات، انواع موالید و نفوس کا قدم اور خالقیت عقول مفارقہ و انکار فاعل مختار و علم جزئیات و حشر اجساد و جنت و نار و احالہ خرق افلاک و اعادۂ معدوم و علم النجوم و احکام زائچہ عالم و زائچہ موالید و تسییرات و فردارات سیمیا وغیرہا یہ تو درس میں داخل نہیں، طبعیات و الٰہیات پڑھائے جاتے ہیں۔

فن میں کمال حاصل نہیں ہو جاتا۔ لیکن یہ صلاحیت ضرور پیدا ہو جاتی ہے کہ آئندہ محض اپنی محنت سے جس فن میں چاہے اچھی طرح کمال پیدا کرے۔ .... اسی طرز تعلیم کا نتیجہ ملاں کمال الدین، بحر العلوم اور حمد اللہ جیسے علماء جید تھے۔" ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں۔ از ابوالحسنات ندوی مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڑھ۔ ص ۱۰۳۔

فاقول و باللہ التوفیق انصافا ان کی تعلیم و تعلم زہر مہلک و نار محرق ہے. مگر بچند شرائط اوّلاً انہماک فلسفیات و توغل مزخرفات نے معلم کے نور قلب کو منطفی اور سلامت عقلی کو منتفی نہ کر دیا ہو کہ ایسے شخص پر خود ان علوم ملعونہ سے یک لخت دامن کشی فرض اور اس کی تعلیم سے ضرر اشد کی توقع۔ ثانیاً وہ عقائد حقہ اسلامیہ سنیہ سے بروجہ کمال واقف و ماہر اور اثباتِ حق و ازہاق باطل پر بعونہ تعالیٰ قادر ہو، ورنہ قلوب طلبہ کا تحفظ نہ کر سکے گا۔ ثالثاً وہ اپنی اس قدرت کو بہ التزام تام ہر سبق کے ایسے محل و مقام پر استعمال بھی کرتا ہو. ہرگز کسی مسئلہ باطلہ پر آگے نہ چلنے دے۔ جب تک اس کا بطلان متعلم کے ذہن نشین نہ کر دے۔ غرض اس کی تعلیم کا رنگ وہ ہو جو حضرت بحر العلوم قدس سرہٗ الشریف کی تصانیف شریفہ کا۔ رابعاً متعلم کو قبل تعلیم خوب جانچ لے پورا سنّی صحیح العقیدہ ہے اور اس کے قلب میں فلسفہ ملعونہ کی عظمت و وقعت متمکن نہیں۔ خامساً اس کا ذہن بھی سلیم اور طبع مستقیم دیکھ لے. بعض طبائع خواہی نخواہی زیغ کی طرف جاتے ہیں. حق بات ان کے دلوں پر کم اثر کرتی اور جھوٹی جلد پیر جاتی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ و ان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا و ان یروا سبیل الغی یتخذوہ سبیلا بالجملہ گمراہ خیال یا مستعد ضلال کو اس کی تعلیم حرام قطعی ہے۔

سادساً معلم و متعلم کی نیت صالحہ ہو نہ اغراض فاسدہ

سابعاً تنہا اسی پر قانع نہ ہو. بلکہ دینیات کے ساتھ ان کا سبق ہو کہ اس کی ظلمت اُس کے نور سے منجلی ہوتی رہے۔

ان شرائط کے لحاظ کے ساتھ بعونہ تعالیٰ تشحیذ اذہان ہوگی، ضلالات فلسفہ کے رد پر قدرت ملے گی. بہت بد مذہب کہ مناظرات میں کفارِ فلاسفہ کا دامن پکڑتے ہیں۔ ان کی دندان شکنی ہو سکے گی، انہیں اغراض سے درسِ نظامی میں یہ کتب رکھی گئی تھیں کہ اب شدہ شدہ از کجا نوبت پہنچی. یہاں تک کہ بہت حمقا کے نزدیک یہی جہالات باطلہ علوم مقصودہ قرار پا گئیں۔[۹]

---

۹ فتاویٰ رضویہ جلد دہم - ص ۸۲ — ۸۳

ان کلمات سے امام احمد رضا قدس سرہٗ کا علوم عقلیہ کی تعلیم کا نظریہ کھل کر سامنے آ گیا بلکہ اگر مندرجہ بالا شرائط کی پابندی کی جائے تو دنیا کے تمام علوم کی تعلیم امام احمد رضا قدس سرہٗ کے نزدیک جائز ہے۔ ذرا ماضی کی طرف جھانکئے۔ برصغیر پر غیر ملکی تسلط سے اسلامی و دینی تعلیم میں کس قدر انحطاط آ گیا تھا۔ غیر ملکی صاحبان اقتدار نے اپنے اغراض فاسدہ کی خاطر انگریزی زبان کی تعلیم اس لئے رائج کی کہ یہاں کے لوگ انگریزی تعلیم اپنالیں سو اس میں انہیں یہاں تک کامیابی ہوئی کہ آج غیر ملکی تسلط کے زوال کے باوجود مغربی تہذیب کو ہمارے نوجوانوں اور بوڑھوں نے سینے سے لگا رکھا ہے۔ اس ابتدائی دور میں دردمند حضرات نے پیش بندی کی خاطر انگریزی زبان کی تعلیم کی مخالفت کی۔ خود امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فرمایا۔

"انگریزی اور وہ بے سود تضیع اوقات تعلیمیں جن سے کچھ کام دین تو دین، دنیا میں بھی نہیں پڑتا۔ [1] صرف اس لئے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے این و آں و مہملات میں مشغول رہ کر دین سے غافل رہیں کہ ان میں حمیت دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو۔ وہ یہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا۔۔" [2] مگر اس کے باوجود دیگر علوم و فنون اور ادب کی طرح انگریزی زبان کی تدریس و تعلیم کے مجوز و قائل ہیں۔ بلکہ اگر اسے اغراض دینیہ کے لئے تعلیم کیا جائے تو باعثِ ثواب بھی۔ مولانا کریم رضا کے استفتاء میں آپ نے جو شرائط پیش کیں۔ ان کی موجودگی میں انگریزی تو کیا ہر علم کی تعلیم و تدریس جائز ہے۔ مگر ہم خاص اس بارے میں امام احمد رضا قدس سرہٗ کی عبارت پیش کرتے ہیں۔

"ذی علم مسلمان اگر بہ نیت رد نصاریٰ انگریزی پڑھے اجر پائے گا اور دنیا کے لئے صرف زبان سیکھنے یا حساب، اقلیدس، جغرافیہ جائز علم پڑھنے میں حرج نہیں بشرطیکہ ہمہ تن اس میں مصروف ہو کر اپنے دین و علم سے غافل نہ ہو جائے۔ ورنہ جو چیز اپنا دین و علم بقدر

---

[1] انگریزی تعلیم اس لئے حاصل کی جاتی تھی کہ دین نہ سہی دنیا میں کام آئے گی۔ لیکن واقعات نے ان خیالات کی تائید نہیں کی۔ فقیر قادری عفی عنہ

[2] "المحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ" مصنفہ امام احمد رضا مشمولہ رسائل رضویہ جلد دوم مطبوعہ مکتبہ حامدیہ لاہور (بار اوّل) ص ۹۳۔

فرض سیکھنے میں مانع آئے حرام ہے۔ اسی طرح وہ کتابیں جن میں نصاریٰ کے عقائد باطلہ مثل انکار وجود آسمان وغیرہ درج ہیں ان کا پڑھنا بھی روا نہیں" ۱۲ھ

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ افادیت کی خاطر تمام علوم، خواہ قدیمہ ہوں یا جدیدہ، عقلی ہوں یا نقلی کی تعلیم امام احمد رضا قدس سرہٗ کے نزدیک جائز ہے۔
بالفاظ دیگر امام احمد رضا قدس سرہٗ افادیت کی خاطر علوم وفنون کی تعلم وتدریس کے قائل ہیں۔ اگر تعلیم علوم میں نظریہ افادیت سے صرف نظر کر لی جائے۔ تو وہ تعلیم بے سود و تضیع اوقات ہے۔

د۔ بعض بزرگ تو علوم جدیدہ بالخصوص انگریزی زبان کے پاس جانا تک روا نہیں رکھتے۔ اس کے برعکس امام احمد رضا قدس سرہٗ اگرچہ خود انگریزی زبان سے واقفیت تامہ تو نہیں رکھتے تھے۔ تاہم دین فہمی اور تبلیغ وارشاد کے لئے بوقت حاجت بقدر حاجت انگریزی زبان کا استعمال فرماتے۔
۱۹ مئی ۱۹۰۸ء کو رنگون سے ایک مستفتی محمد قادر غنی نے ایک استفتاء بزبان انگریزی آپ کی خدمت میں روانہ فرمایا۔ آپ نے اس کا جواب انگریزی میں لکھوایا اور ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء کو روانہ فرمایا ۱۳ھ
اس استفتاء اور فتویٰ کی نقل ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہٗ کی معرفت معارف رضا، مطبوعہ کراچی (۱۴۰۱ھ) میں شائع ہو چکی ہے۔

(ہ) فلسفہ قدیمہ کے بعض اوہام باطلہ کا رد فرماتے ہوئے منطقۃ البروج OF THE EARTH اور OF THE SUN

۱۲ھ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔ ص ۹۹

۱۳ھ امام احمد رضا قدس سرہٗ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جس طرز پر سوال آتا اسی طرز پر جواب لکھتے۔ اردو استفتاء کا جواب اردو میں، فارسی کا فارسی میں، عربی کا عربی میں، انگریزی کا انگریزی میں، یہاں تک کہ نثر استفتاء کا جواب نثر میں نظم کا نظم میں، فتاویٰ رضویہ کے متعدد مقامات پر ایسی مثالیں موجود ہیں۔ فقیر قادری عفی عنہ۔

کی انگریزی اصطلاحات بطور وضاحت استعمال فرمائیں۔ ۹۲

(و) ارباب "ندوۃ العلماء" نے انگریز کی وفاداری کے اظہار کے لئے انگریزی علوم کے ساتھ جب انگریزی تہذیب کو اپنایا تو امام احمد رضا قدس سرہ نے بطور تنقید چند نظمیں لکھیں، جن میں انگریزی الفاظ کو بطور طنز استعمال فرمایا۔ صمصام حسن کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

نیچریاں راست خدا در کمند — نیچر و قانون ورا پائے بند
سر نتواند کہ ز نجیر کشد — خط بخدا گش سنیچر کشد
کیست سنیچر سی والیس آئی ست — گول بگول آمدہ نیچر پرست
چوں شدہ استارہ بند آں دغل — نحس دبلند آمدہ ہمچوں زحل
عرش و فلک جن و ملک حشر تن — نار و جناں جملہ غلط کرد و ظن
کیست نبی پر دل پر جوش گو — وحی چہ باشد سخن جوش او
برندہ برہم ہمہ از اصل و فرع — دین نو آورد و نو آورد شرع
ریش حرام است و دُم فرق فرض — حج سوئے انگلنڈ بود قطع ارض
گفت بیا قوم شنو قومِ من — ہیں سوئے اعزاز بدو قومِ من
ذلت تاں دین مسلمانی ست — ہائے بر آنکس کہ نہ نصرانی ست ۹۳

مشرقستانِ اقدس میں امام احمد رضا نے جو نظم لکھی اس میں انگریزی الفاظ کا استعمال ملاحظہ ہو۔

ندویاں کیں جلوہ در اسپیچ و لکچر می کنند — چوں بہ سنت می رسند آں کار دیگر می کنند
گر روافض را بہ سر بر تاج لطف اللہ نہند — گر لوا در ما بہ تخت بر عالماں بر می کنند
نجت در خت تخت دیں ہمی جلوہ با صدر شہاں — پاڈری و سکاٹ با مسٹر بہادر می کنند
مفت مفتی یافت ایں عزت کہ اعلام نشین — با اماں جج و جنٹ و کلکٹر می کنند

---

۹۲ الکلمۃ الملھمۃ مصنفہ امام احمد رضا، ص ۹۵

۹۳ السحبۃ الموتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ مصنفہ امام احمد رضا، مشمولہ رسائل رضویہ جلد دوم، ص ۱۴۲ - ۱۴۳

سازو نازِ عالماں بیں نظم بزم دیں بدیں ‏ ‏ میزوا سٹیج و ٹکٹ ہال و کلب گھر می کنند
زیں سگالشہا چہ نالشہا کہ خود ایں سرکشاں ‏ ‏ داور دا دار را برٹش گورنر می کنند [۱۶]

(ذ) افادیت کے اعتبار سے امام احمد رضا قدس سرہٗ کے نزدیک تعلیم و تعلم میں مذہبِ حق سے آگاہی، باقی علوم کی تعلیم سے مقدم ہے۔ ضروریات دین کی تعلیم کے بعد ہی دیگر علوم کی تعلیم شرائط مذکورہ کے ساتھ جائز ہے۔

۱۴ شعبان ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء کو سید حافظ وحید الدین نے موضع اٹنگہ چاند پور پرگنہ نواب پور گنج (انڈیا) سے ایک استفتاء بریلی پیش کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس علاقہ میں ایک مدرسہ قدیم سے جاری ہے۔ جس میں علمِ دین مثل حفظِ قرآن و ناظرہ و ضروریاتِ دین و دنیوی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ایک فریق نے گورنمنٹ سے درخواست کر کے سرکاری مدرسہ جاری کروایا ہے۔ اس میں جس قسم کی تعلیم ہو گی ظاہر ہے۔ دونوں مدرسوں اور مدرسین کا کیا حکم ہے۔ اس استفتاء کے جواب میں جو کچھ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فرمایا ملاحظہ کیجئے آپ کو نظریہ افادیت سمجھنے میں کوئی دشواری نہ رہے گی۔ آپ ہی کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

"علمِ دین سیکھنا اس قدر کہ مذہبِ حق سے آگاہ ہو۔ وضو، غسل، نماز، روزے وغیرہا ضروریات کے احکام سے مطلع ہو۔ تاجر تجارت، مزارع زراعت، اجیر اجارے، غرض ہر شخص جس حالت میں ہے۔ اس کے متعلق احکامِ شریعت سے واقف ہو۔ فرض عین ہے۔ جب تک یہ حاصل نہ کرے۔ جغرافیہ تاریخ وغیرہ میں وقت ضائع کرنا جائز نہیں، حدیث میں ہے۔

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ۔ جو فرض چھوڑ کر نفل میں مشغول ہو اس کی سخت برائی آئی اور اس کا وہ نیک کام مردود قرار پایا کما بیناہ فی الزکوٰۃ من فتاوٰنا نہ کہ فرض چھوڑ کر فضولیات میں وقت گنوانا۔ غرض یہ

---

[۱۶] ایضاً۔ ص ۱۴۳ نوٹ :- ان نظموں کا انداز کتنے واضح انداز میں اس بہتان کی تردید کر رہا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی انگریزوں کے ایجنٹ تھے۔ مزید تفصیل کے ملاحظہ ہو۔ گناہ بے گناہی مصنفہ پروفیسر محمد مسعود احمد۔ مطبوعہ لاہور

علوم ضروریہ تو ضرور مقدم ہیں اور ان سے غافل ہو کر ریاضی، ہندسہ، طبعیات، فلسفہ یا دیگر خرافات و دوسوسہ پڑھانے میں مشغولی بلاشبہ متعلم و مدرس دونوں کے لئے حرام ہے اور ان ضروریات سے فراغ کے بعد پورا علم دین، فقہ، حدیث، تفسیر عربی زبان اس کی صرف و نحو، معانی، بیان، لغت، ادب وغیرہا آلات علوم دینیہ بطور آلات سیکھنا سکھانا فرض کفایہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین یہی علوم علم دین ہیں اور انہی کے پڑھنے پڑھانے میں ثواب اور ان کے سوا کوئی فن یا زبان کچھ کارِ ثواب نہیں۔ ہاں جو شخص ضروریاتِ دین مذکورہ سے فراغ پا کر اقلیدس، حساب، مساحت، جغرافیہ وغیرہا وہ فنون پڑھے۔ جن میں کوئی امر مخالف شرعی نہیں، تو ایک مباح کام ہوگا جب کہ اس کے سبب کسی واجب شرعی میں خلل نہ پڑے۔ ورنہ ؎

مبادا دِل آں فرومایہ شاد — کہ از بہر دنیا دہد دیں بباد[1]

امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تعلیمات کے مطابق :۔

۱۔ سب سے پہلے علم دین بقدر کفایت کی تعلیم ضروری ہے۔

۲۔ اس کے بعد ایک جماعت تفصیلی طور پر علوم دینیہ مثل حدیث تفسیر فقہ وغیرہ کی تحصیل میں مشغول ہو۔

۳۔ بقیہ افرادِ امت کے لئے مباح ہے کہ وہ علوم جو دینوی امور میں کار آمد اور مفید ہوں حاصل کریں ایسا کرنا ان کے لئے مباح ہے۔

۴۔ بغرض تحقیق و تردید فرق باطلہ وادہام غلطہ ان علوم کی تحصیل جائز ہے۔ جن کی تحصیل و تعلیم سے عموماً علماء روکتے ہیں۔ بشرطیکہ ان شرائط کا لحاظ رکھا جائے۔ جن کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

(ج)۔ آج کے اس مادر پدر آزاد ماحول میں رومانی غزلیات اور جذبات معاشقہ پر مشتمل کتب پڑھنا پڑھانا معیوب تصور نہیں کیا جاتا نتیجہ سامنے ہے کہ نوجوانوں حتیٰ کہ بوڑھوں کی

---

[1] فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔ ص ۱۰۷ – ۱۰۸۔

آنکھوں سے حیا غائب ہے۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا الحیا من الایمان ۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ ایمان کی حفاظت اور حیاء کی محافظت کی خاطر فضولیات و ہزلیات کی تعلیم و تعلم کے سخت مخالف ہیں، بچے کی ابتدائی تعلیم کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"ہرگز ہرگز بہارِ دانش، مینا بازار، مثنوی غنیمت وغیرہ کتب عشقیہ و غزلیات فسقیہ دیکھنے نہ دے کہ نرم لکڑی جدھر جھکائے جھک جاتی ہے" ؎۱۸

نظریہ افادیت سے آنکھیں بند کر کے ہمارے جامعات و کلیات نیز سکولوں کے نصاب میں ایسے علوم و فنون کی تعلیم دی جاتی ہے جو نہ دین میں کار آمد ہیں اور دنیا میں معین۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تعلیمات کے مطابق اگر مضامین کی ترتیب رکھی جائے ابتدائی اور بنیادی ضروریات دینیہ کی تعلیم کے بعد ہی دیگر مضامین کی تعلیم دی جائے اور ان میں بھی مقصدیت کو پیش رکھا جائے۔ غیر مفید علوم کو نصاب سے خارج کر دیا جائے تو ہمارے فارغ ہونے والے نوجوان مسلمان رہیں۔ ان کی عمر عزیز کا کوئی لمحہ غیر مفید علوم کی تحصیل میں ضائع نہ ہو اور قومی پیمانے پر ناقابلِ تلافی نقصان سے بچ جائیں۔

؎ اے راہ رو پشت بمنزل ہشدار

۳ : نظریۂ حکمت

امام احمد رضا قدس سرہٗ کا علوم عقلیہ، سائنس، فلسفہ، منطق، نجوم، ہیئت وغیرہا کی تعلیم کے بارے میں نظریہ یہ ہے کہ ان علوم کو آیاتِ قرآنی و احادیث نبوی کی روشنی میں پرکھا جائے نہ کہ آیات و احادیث کو سائنسی اصولوں اور فلسفہ و منطق وغیرہا کے ذہنی نظریات کی روشنی میں۔ معیارِ حق و صداقت اللہ اور رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرامین ہیں۔

علوم عقلیہ میں نظریات ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ ان علوم کے مشاہدات اور اصول کبھی ایک جگہ قائم نہیں رہتے۔ اگر قرآنی آیات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی احادیث کو ان تبدیلی پذیر اصولوں کی روشنی میں جانچا اور پرکھا جائے اور آیات و احادیث سے سائنسی مزعومہ اصولوں کی حقانیت ثابت کرنے کی روش اختیار کی جائے۔ تو لازم آئے گا کہ جب یہ مزعومہ اصول بدل جائیں، قرآنی آیات و احادیث کی تکذیب کی جائے ——— اور یہ محال ہے۔ لہٰذا معیار صداقت قرآن و حدیث ہے نہ کہ فلسفہ و منطق اور سائنس۔

سر سید احمد خاں نے تفسیر القرآن میں یہی خطرناک روش اختیار کی حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے جو کچھ پایا قرآن و حدیث اور فضل الٰہی و کرم نبوی سے پایا۔ وہ قرآنی یقینیات پر سائنسی ظنیات کو فوقیت نہ دیتے تھے۔

یہ تو ابھی آپ نے سنا کہ سائنس سمیت تمام علوم عقلیہ ترقی پذیر ہیں اور ترقی پذیر شے مکمل نہیں ہوتی قرآنی آیات و احادیث مکمل اور غیر متبدل ہیں۔ نامکمل کو تو مکمل کی روشنی میں جانچا جا سکتا ہے۔ مگر مکمل کو نامکمل پر پرکھنا جنون ہی ہو سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں علوم قدیمہ از قسم منطق و فلسفہ اور علوم جدیدہ مثلاً سائنس وغیرہا ایک ہی حکم رکھتے ہیں۔ وہ تمام علوم کی حقانیت و صداقت آیات و احادیث کے غیر متبدل اصولوں پہ پیش کرکے حق و باطل کی

نشان دہی کرتے ہیں۔ [1]

علوم عقلیہ قدیمہ کے جو نظریات اسلامی اصولوں سے متصادم تھے۔ ان کے بارے میں جا بجا صاف صاف بیان کیا۔ ان کی تردید میں مستقل رسائل تصنیف فرمائے۔ ان رسائل میں سے یہ مشہور اور اہم ہیں۔

الکلمۃ الملھمۃ فی الحکمۃ المحکمۃ لوھاء فلسفۃ المشئمۃ

۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء

فوز مبین در حرکت زمین ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء

نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء

معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء

قرآن و حدیث سے متصادم نظریاتِ فلسفہ وغیرہ کے رد میں جو کچھ آپ نے فرمایا اس کے چند اقتباسات حاضر ہیں۔

(ا) "ہم نے تیس مقام ان (فلسفہ قدیمہ) کے رد میں لکھے۔ جن سے بعونہ تعالیٰ تمام فلسفہ قدیمہ کی نسبت روشن ہو گیا کہ فلسفہ جدیدہ کی طرح بازیچۂ اطفال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔" [2]

(ب) فلسفہ قدیمہ کے بعض غلط نظریات کے بطلان پر امام احمد رضا قدس سرہٗ کی علمی گرفت ملاحظہ ہو۔

"فلک پر خرق والتیام جائز ہے فلسفی اسے محال کہتا ہے اور اس کے فضلہ خوار نیچری وغیرہم اسی بنا پر معراج پاک کے منکر ہیں۔ [3] طرفہ یہ کہ ایمان و کلمہ گوئی و تصدیق

---

[1] سید محمد محدث کچھوچھوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ "اعلیٰ حضرت نے کسی ایسے نظریہ کو کبھی صحیح و سلامت نہ رہنے دیا جو اسلامی تعلیمات سے متصادم رہ سکے۔" مختصر حالات امام اہل سنت، مشمولہ احکام شریعت مطبوعہ کراچی۔ ص۔ ۴۔

[2] الکلمۃ الملھمۃ۔ مطبوعہ دہلی۔ ص ۵۔

[3] معراج جسمانی کا تازہ انکار کرنے والوں میں سر سید احمد خان اور ان کے متبعین ہیں۔

قرآنِ عظیم وایمانِ قیامت کے مدعی ہیں۔ قرآن وقیامت پر ایمان، استحالۂ خرق والتیام کے ساتھ کیوں کر جمع ہوا جس میں بکثرت نصوص قاطعہ ہیں کہ روزِ قیامت آسمان پارہ پارہ ہو جائیں گے۔

وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ" ؎۷

ج) قدیم فلسفہ میں الٰہیات اور طبیعات کی بعض بحثیں قرآن وحدیث سے سراسر متصادم تھیں۔ ان بحثوں کی تدریس وتعلیم اس وقت تک ناروا رہے گی۔ جب تک ان میں حق وباطل کا امتیاز نہ کر دیا جائے۔ ضلع ہزارہ سے ایک استفتاء امام احمد رضا قدس سرہ کی خدمت میں پیش ہوا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک عالم سید استاد کے ایک شاگرد نے علومِ فلسفہ ومنطق وغیرہ پڑھ کر استاد سے برتری کا دعویٰ کر دیا ہے جواب فتویٰ کی چند سطور آپ بھی ملاحظہ کریں۔

"........حالانکہ ایں علوم فلاسفہ اعنی طبیعات والٰہیات آنہا کہ مملو ومشحون است از ضلالات شنیعہ وبطالات قطیعہ تا آنکہ در وے انبارہاست از کفر وشرک وانکار ضروریاتِ دین وخروارہا از مضادّت قرآن ومحاوت فرمان انبیاء ومرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔ وقد فصلنا بعضها عنقريب فى رسالة لنا سميناها مقامع الحديد على خد المنطق الجديد اقمنا فيها الطامة الكبرىٰ على المتهوّدين من متفلسفى الزمان وبالله التوفيق وعليه التكلان قطعاً از علوم محرمہ است۔" ؎۸

؎۷ الكلمة الملهمة۔ ص ۴۷۔

؎۸ فتاویٰ رضویہ۔ جلد دہم۔ ص ۲۳۔

ترجمہ عبارت: فلاسفہ کے یہ علوم یعنی طبیعات اور الٰہیات کہ گمراہیوں اور باطل باتوں سے بھرے ہیں۔ ان میں کفر و شرک اور ضروریاتِ دین کے انبار ہیں، قرآن اور فرمان انبیاء سے متصادم نظریات کا ڈھیر ہیں۔ ہم نے ان میں بعض کا ذکر اپنے رسالہ مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید میں کیا۔ اس میں ہم نے زمانۂ حال کے متفلسفین پر قیامت قائم کر دی ہے۔ قطعاً یہ علوم حرام ہیں۔

ایسے علوم محرمہ جن میں اسلامی تعلیمات کے خلاف نظریات ہوں کی تعلیم کس طرح جائز ہوسکتی ہے۔

(د) اب ذرا سائنس کی طرف آیئے۔ جدید سائنس کی یلغار سے بہت سے لوگ متاثر ہو کر قرآنی حقیقتوں کا انکار کر بیٹھے۔ وجود آسمان، فرشتہ، جنت، دوزخ وغیرہا کا انکار ان کے نزدیک جائز ہی نہیں، بلکہ ضروری ٹھہرا [۵] مرعوبیت کے اس دور میں امام احمد رضا قدس سرہٗ کی آواز اور پکار یہ تھی کہ قرآن کو مضبوطی سے پکڑو اور سائنس کو مسلمان بنالو۔ انہی کے اپنے الفاظ سُنیئے۔

"قرآن عظیم کے وہی معنی لینے ہیں، جو صحابہ و تابعین و مفسرین معتمدین نے لئے۔ ان سب کے خلاف وہ معنی لینا جن کا پتا نصرانی سائنس میں ملے، مسلمانوں کو کیسے حلال ہوسکتا ہے۔؟" [۶]

(ه) اسلامیہ کالج لاہور کے سابق پرنسپل مشہور ماہر ریاضی و سائنس پروفیسر مولوی حاکم علی نقشبندی علیہ الرحمۃ [۷] نے ۱۳۳۹ھ / ۱۹۱۹ء میں سائنسی علوم کے بعض نظریات کے متعلق ایک استفتاء امام احمد رضا قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش کیا اور یہ التجا کی۔

"غریب نواز! کرم فرما! میرے ساتھ متفق ہو جاؤ تو پھر انشاء اللہ سائنس والوں کو مسلمان کیا ہوا پائیں گے۔"

کسی غیر مسلم اور وہ بھی جدید تعلیم یافتہ کو مسلمان بنانے کا جذبہ کتنا قابل قدر ہے۔ اس

---

[۵] سرسید نے انگریزوں کی وفاداری میں ان اشیاء اور اس کے علاوہ اور بہت سی مسلّم حقیقتوں کا انکار کر دیا۔ اپنی تفسیر میں ان کی نئی تاویلات کیں۔ تفصیل کے ملاحظہ ہو۔
حیات جاوید، مصنفہ الطاف حسین حالی مطبوعہ علی گڑھ۔

[۶] نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان، مصنفہ امام احمد رضا قدس سرہٗ۔ ص ۶۔

[۷] پروفیسر مولوی حاکم علی کے حالات زندگی اور خدمات پر پروفیسر محمد صدیق نے بڑی محنت سے حال ہی میں ایک کتاب مرتب کی ہے۔ اسے مکتبہ رضویہ لاہور نے ۱۹۸۳ء میں شائع کیا ہے۔

پر امام احمد رضا قدس سرہ کو فرطِ مسرت میں جدید سائنس کے نظریات پر مہر تصدیق ثبت کر دینا چاہیئے تھی مگر آپ کی نگاہ میں اس سے بلند تر مرتبہ تھا اور وہ تھا قرآنی حقائق کا غیر مبدل ثابت کرنا۔ موجودہ سائنسی نظریات کے مقابل آپ کی نگاہ میں قرآنی سائنس کی تعلیم ہی باعث فضیلت ہے۔ آپ نے مولوی حاکم علی کے جواب میں فرمایا۔

"........ اور بفضلہ تعالیٰ آپ جیسے دین دار وسنّی مسلمان کو تو اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ ارشاد قرآن عظیم و نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم و مسئلہ اسلامی و اجماع امت گرامی کے خلاف کیوں کر کوئی دلیل قائم ہو سکتی ہے۔ اگر بالفرض اس وقت ہماری سمجھ میں اس کا رد نہ آئے۔ جب بھی یقیناً وہ مردود اور قرآن و حدیث و اجماع سچے۔ یہ ہے بحمد اللہ شان اسلام، محبّ فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات دور از کار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے خلاف ہے۔ سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے۔ دلائل سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے۔ جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو۔ سائنس کا ابطال و اسکات ہو۔ یوں قابو میں آئے گی۔ [۵۵]

(د) بیسویں صدی کے اوائل میں برصغیر میں طاعون کا مہلک مرض اتنا عام ہوا کہ العیاذ باللہ اس دور میں بعض اطباء اور ڈاکٹروں نے غیر شرعی علاج اور تدابیر تجویز کیں اور ان کو عام کرنا چاہا۔ ان غیر شرعی تجاویز کے بارے میں علماء سے بھی رجوع کیا گیا۔ ایک استفتاء امام احمد رضا قدس سرہ کو پیش کیا گیا۔ اس استفتاء کے جواب میں آپ نے جو کچھ فرمایا اس سے قرآن و حدیث کے غیر متبدل اصولوں کی برتری موجودہ سائنسی نظریات پر واضح ہوتی ہے۔ جواب کا ایک حصہ ملاحظہ ہو۔

"سچا ہلاک تو یہ ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد اقدس کو کہ عینِ رحمت و خیر خواہی امت ہے معاذ اللہ مضرت رساں خیال کیا جائے اور اس کے مقابل

---

[۵۵] نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان، مصنفہ امام احمد رضا قدس سرہ، ص ۲۵۔

طبیبوں اور ڈاکٹروں کی بات کو اپنے لئے نافع سمجھا جائے،

ع بہیں از کہ بریدی و باکہ پیوستی " ۱۰؎

اطباء کی تجاویز اور علاج اگرچہ مفید نظر آرہا تھا۔ مگر جب کہ وہ نصوص شرعیہ کے مخالف تھا۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے اس کو رد کر دیا۔ آپ کی تعلیم کا محور تو قرآن و حدیث ہے نہ کہ طب اور سائنس۔ یہ اسی حد تک قابلِ قبول ہیں جب کہ اسلام کے تابع ہوں۔ (ز) موجودہ صدی کی ابتداء سے ہی سائنسی ایجادات نے کثرت سے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا اور ایک عالم پر ان کا سکہ بیٹھ گیا۔ لوگ قرآنی صداقت اور عظمت کو بھول رہے ہیں۔ بلکہ بعض "مصلحین" نے تو قرآن و حدیث کی وہ تشریح و توضیح کی جن کو نئے آقایانِ حکومت قبول کرلیں۔ اس پُرفتن دور میں بھی امام احمد رضا قدس سرہ قرآن و حدیث کی صداقت اور عظمت کا علم بلند کئے رہے۔ اس موضوع پر آپ نے متعدد کتابیں لکھیں۔ چند ایک یہ ہیں۔

نزول آیات فرقان بسکونِ زمین و آسمان ۱۳۳۹ھ

معینِ مبین بہر دورِ شمس و سکون زمین ۱۳۳۸ھ

الکلمة الملهمة فی الحکمة المحکمة لوهاء فلسفة المشئة ۱۳۳۹ھ

امام احمد رضا قدس سرہ کے سائنسی نظریات معلوم کرنے کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے۔ ۱۱؎

سائنس، تحقیق، تلاش اور ایجاد، دین و دِل کی تقویت کے لئے ہوں تو ایمان افروز ہوتی ہیں۔ ورنہ یہی امور آدمیت سوز اور شیطانی کام بن جاتے ہیں۔ آج کی مغربی دنیا اس کی لپیٹ میں آگئی ہے۔ سائنس اور ایجادات جب مسلمانوں کے پاس تھیں۔ یعنی اسلام کے تابع تھیں۔ گرہ کشا اور رہنما تھیں۔ جب یہ علوم اسلام سے ہٹ کر مغرب کی بے دین درسگاہوں میں پہنچے تو ان کا مقصد ہی بدل گیا۔

۱۰؎ تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون، مصنفہ امام احمد رضا قدس سرہ۔ مطبوعہ لاہور ص ۱۴۔

۱۱؎ الکلمة الملهمة مصنفہ امام احمد رضا قدس سرہ ۔ ص ۶ ۔

نظری علوم کے بارے میں امام موصوف کے نظریہ کو مختصر طور پر یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ قرآن وحدیث کی حقیقتیں غیر متبدل ہیں اور سائنس ابھی مسافر ہے: جو منزل پر ابھی نہیں پہنچی اور انسانی عقل بغیر اسلام کی رہنمائی کے منزل پر پہنچ ہی نہیں سکتا۔ نیز یہ کہ قرآنی علوم اور سائنسی نظریات میں اختلاف یا تضاد کی صورت میں قرآنی اصول کو اپنا معیار سمجھنا فرض ہے۔ علوم نظریہ سے اگر کوئی کام لیا جاسکتا ہے تو خدمتِ دینِ مبین اور خدمتِ مخلوق خدا ——

---

۴ : نظریۂ عظمت

عظمت سے میری مراد حضور انور اعلیٰ و اکمل سرور و سردار عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ اقدس و اطہر کی عظمت و عزت کا بیان ہے۔ بادی النظر میں یہ عنوان ایک معمولی نوعیت کا حامل ہے۔ مگر درحقیقت مسلمان کی زندگی اور اس کا ایمان اس کے بغیر نامکمل ہے۔ روکھی پھیکی زندگی بے حقیقت ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ کے نزدیک تمام تعلیمات کا مقصد و منتہا بارگاہِ مصطفیٰ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ و اکمل السلام میں نیازمندانہ حاضری ہے۔ تمام علوم کی غرض و غایت گنبدِ خضراء کے مکین کے حضور عقیدت و محبت سے وابستگی ہے عام ازیں یہ حاضری جسمانی ہو یا روحانی ——— صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر علمائے امت نے اپنے اپنے انداز میں بارگاہِ رسالت میں نذرانے پیش کئے۔ ایمان کی حقیقت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی زبان سے سنئیے۔

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ	ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں	ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ[1]

آپ تمام علوم کی علمی قوتیں مدحتِ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے وقف کر دینا متاعِ حیات یقین فرماتے ہیں۔

من لم یرخفسہ فی ملکہ لم یجد حلاوۃ الایمان[2]

آپ کی تعلیم کا منتہا تھا۔ اس غرض کو آپ کی تمام تصنیفات میں جا بجا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ نظم و نثر میں جدتِ طبع کے باعث بعد والوں کے لئے نئی راہیں متعین کیں نثر

---

[1] حدائقِ بخشش مصنفہ امام احمد رضا قدس سرہٗ حصہ اوّل۔

[2] ترجمہ: جو شخص اپنی جان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی میں گم نہ کردے، وہ ایمان کی حلاوت سے محروم رہتا ہے۔

Marfat.com

میں صرف دو مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(و) ہر مصنف اور مؤلف اپنی تصنیف و تالیف کی ابتداء خطبہ سے کرتا ہے۔ اس میں حمدِ الٰہی، نعتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کتاب کی غرض و غائیت بیان کرتا ہے۔ نیز یہ کہ اس کتاب میں درج ہونے والے مضامین کے مآخذ بھی ذکر کئے جاتے ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فتاویٰ رضویہ کو ترتیب دیا۔ اگرچہ یہ کتاب عام فقہ کی کتابوں کی ترتیب پر ہے۔ یعنی عبادات، معاملات اور اخلاق وغیرہ۔ مگر خطبہ میں ایسا جدید انداز اختیار کیا کہ کتاب کی غرض و غایت اور متقدمین متاخرین فقہا کے فتاویٰ و متون و شرح کے نام نعت شریف کا انداز اختیار کر گئے۔ نوّے مستند و معتمد کتب فقہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات جلیلہ کا مظہر بن گئیں۔[۳۳]

(ب) سلاسل طریقت میں یہ دستور رائج ہے کہ وہ اپنے پیرانِ عظام کے اسماء گرامی بطور شجرہ پڑھتے ہیں اور اس کی تعلیم و تلقین کرتے ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اردو اور فارسی میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے شجرہ کو منظوم کیا ہے۔ عربی نثر کے شجرہ میں مشائخ کرام کے اسماء کا ذکر اس انداز میں فرمایا کہ وہ اسماء نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات بن گئے۔[۳۴]

---

[۳۳] تفصیل کے لئے فتاویٰ رضویہ جلد اول کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

[۳۴] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

(و) کشکول فقیر قادری از افادات امام احمد رضا قدس سرہٗ، مطبوعہ بریلی۔

(ب) ماہنامہ المیزان، امام احمد رضا نمبر

اس شجرہ کا تاریخی نام زهر الصلاة من شجرة الائمة الهداة ۱۳۰۵ھ ہے۔ نوٹ: اس عنوان کی مزید مثالیں حدائق بخشش (حصہ اول، دوم سوم) الملفوظ مرتبہ مولانا محمد مصطفیٰ رضا، مفتی اعظم بریلی، فقہ شہنشاہ وان القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ، حجب العوار عن مخدوم بہار وغیرہ مصنفات امام احمد رضا قدس سرہٗ ملاحظہ فرمائیے۔

۵- نظریۂ حرمت

حرمت کا مفہوم یہ ہے کہ تعلیم اور متعلقاتِ تعلیم سب کی عزت کی جائے۔ متعلقاتِ تعلیم میں استاد، کتاب، کاغذ، مکتب وغیرہ شامل ہیں۔ آج کی مروجہ تعلیم میں اُستاد کو صرف تنخواہ دار ملازم سمجھ لیا گیا ہے اور کتاب کو چند حروف کا مجموعہ تصور کر لیا گیا۔ حالانکہ کتاب علم ایسی نازک اور مقدس شئے کا ذریعہ ہے۔ کتاب اور استاد کا ادب ہماری درس گاہوں سے غائب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے مدارس، کلیات اور جامعات میں استاد اور شاگرد کے درمیان امتیاز مِٹ چکا ہے۔ استاد کے احسانات علمیہ کو فراموش کر دینا ایک معمول ہے۔ اکثر اوقات استاد کی پگڑی شاگردوں کے ہاتھوں اچھلتی نظر آتی ہے۔ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ اس کا جواب امام احمد رضا قدس سرہٗ کے پاس یہ ہے کہ ہمارے نظریہ تعلیم ہی سے ان مقدس اور اعلیٰ اقدار کا فقدان ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ استاد کے احسانات کو مدِ نظر رکھا جائے۔ کاغذ، کتاب، مکتب کی حرمت و عزت کا پاس رکھا جائے تو کبھی بھی یہ صورت پیش نہ آئے۔

(و) ضلع ہزارہ سے ایک استفتار پیش ہوا کہ ایک ناسپاس شاگرد نے اپنے اُستاد سے زیادہ علم حاصل کر کے اس کی تحقیر کی ہے۔ اس کے جواب میں جو کچھ فرمایا اس سے استاد اور شاگرد کے تعلقات پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

" امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم می آرند کہ فرمود مَنْ عَلَّمَنِیْ حَرْفًا فَقَدْ صَیَّرَنِیْ عَبْدًا اِنْ شَاءَ بَاعَ وَاِنْ شَاءَ اَعْتَقَ ہر کہ مرا حرفے آموخت پس بہ تحقیق مرا بندہ خود ساخت اگر خواہد فروشد

واگر خواہد آزاد کند" ؎۱

(ب) امام احمد رضا قدس سرہ کا موقف یہ ہے کہ استاد جس نے شاگرد کو ایک حرف بھی سکھایا آقا ہے اور شاگرد بمنزلہ غلام۔ اس میں یہ ضروری نہیں کہ اعلیٰ تعلیم دینے والا اعلیٰ اور ابتدائی تعلیم دینے والا کمتر۔ استاد بہرحال استاد ہے۔ خواہ کِس درجے کا ہو۔ اس کے احسانات کو فراموش کر دینا انسانیت کے منافی ہے۔ اس سے نہ صرف شاگرد کی اپنی قدر و قیمت گھٹ جائے گی بلکہ وہ فیضانِ علم سے محروم رہے گا۔ آج کے شاگرد کو یہ احساس ہی نہیں کہ وہ استاد کے احسانات کو (خواہ وہ کتنے ہی معمولی کیوں نہ ہوں) پسِ پشت ڈال کر کِس خسارا میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس خسارے کی طرف امام احمد رضا قدس سرہ نے یوں اشارہ فرمایا۔

"ناسپاسی اوستاذ کہ بلائے است ہائل و دائیست قائل و برکات علم را مزیل و مبطل، العیاذ باللہ" ؎۲

(ج) شاگرد کو استاد کے حقوق کی حفاظت کا سبق دیتے ہوئے امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا۔

"علماء فرمودہ اند از حقِ اوستاذ بر شاگرد آنست کہ بر فراش او نہ نشیند اگرچہ اوستاد حاضر نہ باشد" ؎۳

؎۱ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔ ص ۲۰۔

ترجمہ:۔ حضرت امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم فرماتے ہیں کہ جس نے مجھے ایک حرف کی تعلیم دی، اس نے مجھے اپنا غلام بنا لیا اگر چاہے فروخت کرے اور اگر وہ چاہے تو مجھے آزاد کر دے۔

؎۲ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔ ص ۱۹۔

ترجمہ:۔ استاد کے احسان کو فراموش کر دینا ایک مصیبت ہے، ایک قاتل بیماری ہے اور علم کی برکات کو زائل اور باطل کرنے والی بیماری ہے۔ اللہ کی پناہ۔

؎۳ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔ ص ۲۱۔

ترجمہ:۔ علماء فرماتے ہیں کہ شاگرد پر استاد کا حق یہ ہے کہ اس کی نشست پر نہ بیٹھے۔ اگرچہ استاد حاضر نہ ہو اور نشست خالی ہو۔

(د) اسی عنوان پر آپ نے اپنا نظریہ ان الفاظ میں بھی پیش کیا۔

"ہم چنیں فرمودندہ اندکہ تلمیذرا دررفتن وسخن گرفتن براستاد تقدم وسبقت نمی رسید"[سکہ]

(ہ) تعلیم جدید نے ایک مرض اور بڑھا دیا۔ شاگرد کچھ پڑھ لکھ کر سمجھتا ہے کہ میں نے وہ کچھ حاصل کر لیا ہے کہ اب مزید علم کی گنجائش نہیں۔ اسی زعم میں رہ کر وہ مزید علم سے محروم رہتا ہے۔ جب بھی وہ کسی عالم کے پاس جاتا ہے۔ یہی ہمہ دانی کا زعم اسے مزید حاصل کرنے سے روکتا ہے۔ اس کے برعکس امام احمد رضا قدس سرہ کا نظریہ یہ ہے کہ علم حاصل کرو، جہاں سے بھی تمہیں ملے اور اگر کسی عالم (خواہ تمہارے درجہ کا ہی کیوں نہ ہو۔) کے پاس جاؤ تو یہ سمجھ کر جاؤ کہ میں علم سے خالی ہوں۔ تب ہی جا کر اس کے علم سے فیض پاؤ گے۔ فرمایا:-

"لینے والے کو یہ چاہیئے کہ جب کسی چیز کے حاصل کرنے کا ارادہ کرے۔ تو اگرچہ کمالات سے بھرا ہوا ہو اپنے تمام کمالات کو دروازہ ہی پر چھوڑے اور یہ جانے کہ میں کچھ جانتا ہی نہیں۔ خالی ہو کر آئے گا تو کچھ پائے گا اور جو اپنے آپ کو بھرا سمجھے گا۔ ع انائے کہ پُر شد دگر چوں پُرد۔ بھرے برتن میں اور کوئی چیز نہیں ڈالی جاسکتی"[شہ]

(و) جو شخص بھی علم سے متعلق ہو، خواہ شاگرد ہو یا استاد، اس سے تواضع اختیار کرنا چاہیئے۔ تواضع سے فیضان علم میں اضافہ ہوتا ہے اور شان بڑھتی ہے۔ تعظیم اور تواضع کو بیان کرتے ہوئے ایک موقع پر حدیث نبوی کی روشنی میں اس نظریہ کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

"اپنے استاد بلکہ شاگردوں کے لئے بھی تواضع کا حدیث میں حکم ہے۔ تَوَاضَعُوْا لِمَنْ تَتَعَلَّمُوْنَ مِنْہُ وَتَوَاضَعُوْا لِمَنْ تُعَلِّمُوْنَہٗ وَلَا تَکُوْنُوْا جَبَابِرَۃَ الْعُلَمَاءِ۔ جس سے علم سیکھتے ہو اس کے لئے تواضع کرو اور جسے سکھاتے ہو اس کے لئے تواضع کرو اور گردن کش عالم نہ بنو۔ رواہ الخطیب عن ابی

سکہ فتاوی رضویہ جلد دہم، ص ۲ ترجمہ: اسی طرح علماء فرماتے ہیں کہ چلنے اور گفتگو کرنے میں شاگرد استاد سے پہلے دگر...

شہ ملفوظات امام احمد رضا، مؤلفہ مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا بریلوی جلد اول، مطبوعہ کراچی۔ ص ۹۳۔

ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ "۔ ؎

(ز) ذریعۂ تعلیم کتاب اور حروف بھی معظّم ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے متعدد مقامات پر اس قسم کے بیان فرمائے جس سے کتاب، حروف بلکہ نفس کاغذ کی حرمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کے سامنے ایک استفتاء پیش ہوا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ استاد چارپائی یا کرسی پر بیٹھا ہوتا ہے اور شاگرد نیچے فرش پر یا چٹائی پر۔ بہرحال اس کی تختی، کتابیں کاغذ وغیرہ نیچے ہوتے ہیں۔ کیا اس سے کتاب و تختی کی بے حرمتی نہیں ہوتی۔ جواب میں آپ نے فرمایا۔

"ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ نفس حروف قابلِ ادب ہیں۔ اگرچہ جُدا جُدا لکھے ہوں۔ جیسے تختی یا وصلی پر خواہ ان میں کوئی بُرا نام لکھا ہو۔ جیسے فرعون ابوجہل وغیرھما، تاہم حروف کی تعظیم کی جائے۔ اگرچہ ان کافروں کا نام لائق اہانت و تذلیل ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔
اور تصریح فرماتے ہیں کہ اگر کسی صندوق یا الماری میں کتابیں رکھی ہوں تو ادب یہ ہے کہ اس کے اوپر کپڑے نہ رکھے جائیں۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تو کیوں کر ادب ہوگا کہ کتابیں نیچے رکھی ہوں اور آپ اوپر بیٹھیں کیا ایسے لوگوں کو بے ادبی کی شامت سے خوف نہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔" ؎

اسی حقیقت کو کتنے زوردار الفاظ میں بیان فرمایا۔

"حروف خود معظّم ہیں۔ کما بیناہ فی فتاوٰنا" ؎

آج ہمارے تعلیمی اداروں میں نظم و ضبط کی کمی صرف دنیائے تعلیم کا ہی ایک بہت بڑا المیہ نہیں بلکہ قوم کے لئے ایک سنگین معاملہ بھی ہے اور اس رجحان کو اپنی رو میں بہنے دینے کا جو انداز فکر و عمل اختیار کر لیا گیا ہے وہ کسی اعتبار سے نہ قابلِ تعریف ہے اور نہ اسے قوم و ملک کے لئے خوش آئند رویہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

؎ عجب العوار عن مخدوم بہار مصنفہ امام احمد رضا قدس سرہٗ۔ مطبوعہ ۱۳ — ۱۴۔

؎ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔ ص ۲۵۔

؎ الکشف شافیا حکم فونو جرافیا مصنفہ امام احمد رضا قدس سرہٗ۔ مطبوعہ کان پور۔ ص ۵۲۔

اس سائنس اور ترقی کے زمانہ میں ہر طرف آزادی ہے۔ ایسی آزادی کہ نہ استاد کا پاس نہ والدین کا شرم وحیا نہ ملک۔ دولت کی پروا۔ معیارِ تعلیم رُو بہ انحطاط ہے۔ نظم وضبط کا فقدان ہے۔ [۱]

اس ساری صورت کی ذمہ داری موجودہ طرزِ تعلیم اور نظریہ تعلیم پہ ہے۔ ہماری درسگاہوں میں طلبہ میں استاد اور کتاب کا ادب پیدا کردیا جائے تو ان ہی درس گاہوں کا ناگفتہ بہ ماحول انتہائی پُرسکون اور پاکیزہ ہو جائے اور آئے دن کی ہادہُو سے ہمیشہ کے لئے نجات مل جائے اس کے لئے امام احمد رضا قدس سرہٗ کے پیش کردہ نظریہ حرمتِ استاد وکتاب پر عمل ضروری ہے۔

---

[۱] اقبال نے ایسے نوجوان کے بارے میں فرمایا۔

من ندارم آں مسلمان زادہ را دوست
کہ در دانش فزود و در ادب کاست

۶- نظریۂ مہابت

مہابت سے ہماری مراد یہ ہے کہ زندگی میں وقار و سکون کی کیفیت پیدا کی جائے۔ بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو تعلیم کا مقصد ہی زندگی میں وقار و سکینہ پیدا کرنا ہے۔ تعلیم کے بعد بھی اگر زندگی وقار و سکون کی کیفیت سے عاری رہی تو وہ تعلیم محض ایک بوجھ ہے۔ جسے انسان پر ڈال دیا گیا ہے۔ حالانکہ تعلیم تو انسانی بوجھوں کو ہلکا کرتی ہے۔

مقاصد تعلیم اور استاد و شاگرد کے تعلق کی وضاحت کرتے ہوئے امام احمد رضا قدس سرہٗ وقار و سکون کو تعلیم کی غرض بتاتے ہیں۔

"عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعلموا العلم وتعلموا للعلم السکینۃ والوقار وتواضعوا لمن تعلمون منہ ....[1]

؎ کآخر اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

ہماری موجودہ تعلیم میں یہ زبردست خامی ہے کہ دوران تعلیم یا تعلیم کے بعد ہمارے تعلیم یافتہ حضرات میں وقار و سکون اور مہابت و محبت کا سماں پیدا نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ تعلیم سے فراغت کے بعد طالب علم کی زندگی بے سکون و بے کیف ہی رہتی ہے۔ اس کے قلب و قالب میں بے سکونی اور بے چینی بدستور باقی رہتی ہے۔ بلکہ تعلیم کے بعد اس اضطرابی کیفیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

کاش ہماری تعلیم کے ذمہ دار حضرات کچھ ایسی روش اختیار کریں اور ایسا ماحول پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہوں جس کی طرف امام احمد رضا قدس سرہٗ نے واضح ہدایات دی ہیں

---

[1] فتاویٰ رضویہ، جلد دہم۔ ص ۲۱۔ ترجمہ:۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت ہے کہ علم سیکھو اور علم کے لئے وقار و سکون سیکھو اور جس استاد سے تم نے علم سیکھا، اس کے سامنے تواضع اختیار کرو۔

۷۔ نظریۂ للّہیت

امام احمد رضا قدس سرہٗ اس امر کے داعی و قائل ہیں کہ تعلیم کی تمام تر استعدادات کو دینِ فہمی کے لئے مختص کر دیا جائے اور اس کے لئے کی جانے والی تمام مساعی کا اجر مولا تعالیٰ سے طلب کیا جائے۔

آپ کی زندگی تعلیم، تبلیغ، تصنیف اور فتویٰ نویسی میں گزری، مگر کیا مجال کہ ان امور پر معاوضہ کی طلب کا تصور بھی پیدا ہوا ہو۔ دور دراز کے مقامات سے آنے والے استفتاء میں بعض اوقات یہ بھی پوچھا جاتا کہ فیس کیا ہوگی۔؟ یہ بات آپ کے لئے نہایت شاق ہوتی، بارہا لکھا کہ یہاں امورِ دینیہ کی تکمیل کے لئے کوئی فیس یا معاوضہ نہیں لیا جائے گا۔ خالصۃً للہ یہ کام سرانجام دیئے جائیں گے۔

۱۰ صفر ۱۳۳۷ھ / نومبر ۱۹۱۸ء کے ایک استفتاء میں فیس کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا اسے ملاحظہ فرمائیے۔

"یہاں بحمد اللہ تعالیٰ فتوے پر کوئی فیس نہیں لی جاتی۔ بفضلہ تعالیٰ ہندوستان و دیگر ممالک مثلاً چین، افریقہ و امریکہ و خود عرب شریف و عراق سے استفتاء آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں چار چار سو فتوے جمع ہو جاتے ہیں۔ بحمد اللہ تعالیٰ حضرت جدِّ امجد قدس سرہٗ العزیز کے وقت سے اس ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء تک اس دروازہ سے فتوے جاری ہوئے۔ اکانوے (۹۱) برس اور خود فقیر غفرلہٗ کے قلم سے فتوے نکلتے ہوئے بعونہٖ تعالیٰ اکاون برس ہونے کو آئے ہیں۔ یعنی اس صفر کی ۱۴ تاریخ کو پچاس برس چھ مہینے گزرے۔ اس نو کم سو برس میں کتنے ہزار ہا فتوے لکھے گئے۔ بارہ مجلدات تو صرف اس فقیر کے فتاویٰ کی ہیں۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہاں کبھی ایک پیسہ نہیں لیا گیا، نہ لیا

جائے گا۔ بعونہ تعالیٰ وللہ الحمد۔ معلوم نہیں کون سے ایسے لوگ ایسے لپست فطرت
دنی ہمت ہیں۔ جنہوں نے یہ صیغہ کسب کا اختیار کر رکھا ہے۔ جس کے باعث دُور دُور
کے ناواقف مسلمان کئی بار پوچھ چکے ہیں کہ فیس کیا ہوگی۔ ؎ بھائیو!
ما اَسئلکم علیہ من اجران اجری الا علی رب العالمین۔
ترجمہ:۔ مَیں تم سے اس پہ کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر تو سارے جہانوں کے پروردگار پہ ہے۔
اگر وہ چاہے۔'' [1]

آپ نے اپنے تمام متوسلین اور وابستگان کو یہ نصیحت کر رکھی ہے۔
''تاکید اور سخت تاکید کی جاتی ہے کہ دستِ سوال دراز کرنا تو درکنار اشاعتِ دین و
حمایتِ سنت میں جلبِ منفعت کا خیال دل میں بھی نہ لائیں کہ ان کی خدمت خالصۃً
لوجہ اللہ ہو۔'' [2]

---

[1] فتاویٰ رضویہ، جلد سوم۔ ص ۲۳۰۔

نوٹ:۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ کی جائیداد غیر منقولہ مکان اور زمین کے علاوہ منقولہ جائیداد نہ تھی۔
سخاوت کی وجہ سے تنگ دستی بھی آجاتی۔ ایسے حالات میں ایسی بے نفسی سے خدماتِ دینیہ کی سرانجام
دہی ـــ اللہ اللہ کتنا وقار ہے۔ للّٰہیت کی اس سے بڑھ کر اور کون سی مثال ہوسکتی ہے۔

[2] الرضا بریلی شمارہ ربیع الآخر و جمادی الاول ۱۳۳۸ھ۔ ص ۹۔

۸- تعلیم اور جلب منفعت

برصغیر میں مسلمانوں کے ہزار سالہ اقتدار کے زوال اور غیر ملکی تسلط و تغلب نے یہاں کے لوگوں کو کئی حیثیتوں سے متاثر کیا۔ مسلمانوں کی معاشرت بدلی۔ معیشت کمزور ہوگئی۔ اس دور میں چند مصلحین نے مسلمانوں کی عزت کی بحالی اور معیشت کو سہارا دینے کے لئے جدید تعلیم کا حصول لازمی قرار دیا۔ انگریزی طرز تعلیم کی درس گاہوں سے طلباء فارغ ہو کر دفتروں میں ملازمت کرنے لگے۔ لوگ سمجھے مقصد حاصل ہوگیا۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ بعد یہی تعلیم مسلمانوں میں معاشی اضطراب پیدا کرنے کا باعث بنی۔ معاشی فارغ البالی کا خواب سرسید اور ان کے رفقاء نے دیکھا تھا پورا نہ ہوا۔ مولوی محمد احمد خاں نے اس ساری صورت حال کو یوں بیان کیا ہے۔

"کچھ عرصہ تک تو یہ حالت رہی کہ تعلیم جدیدہ نے مسلمانوں پر رزق کے دروازے کھول دیئے۔ اونچے اور متوسط طبقوں کی معاشی حالت سدھرنے لگی۔ ان کی دیکھا دیکھی دوسرے طبقوں میں بھی جدید تعلیم بہت تیزی سے پھیلنے لگی۔ اس کا اثر تو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ معاشی فارغ البالی اور اقتصادی خوش حالی عام ہو جاتی۔ لیکن اس کے برعکس جلد ہی ایک عجیب و غریب صورت نمودار ہوئی۔ انگریزوں کے جاری کردہ نظام تعلیم کا مقصد اصل تو یہ تھا کہ برطانوی نظم و نسق کو چلانے کے لئے بابوؤں کی ایک بڑی تعداد تیار کی جائے۔ اس لئے جدید تعلیمی نظام میں سائنسی و فنی تعلیم پر کم اور لبرل و ادبی تعلیم پر زیادہ زور دیا گیا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہر سال چھوٹے بڑے بابوؤں کی ایک کھیپ کی کھیپ کالجوں اور یونیورسٹیوں سے نکلنے لگی۔ ادھر سرکاری ملازمتوں کی تعداد بہر حال محدود تھی۔ آزاد پیشوں میں بھی کچھ بہت زیادہ گنجائش نہ تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ علم کی ان جدید فیکٹریوں سے ہر سال جو "مال" کثیر تعداد میں نکلنے لگا تھا۔ اس کی کھپت "بازار" میں نہیں ہو سکتی تھی۔ یوں جو مال بکنے اور کام

Marfat.com

آنے سے بچ رہا، وہ "بے کار" ہوگیا اس طرح چند ہی سال میں تعلیم یافتہ بے روزگاروں کا ایک عجیب و غریب طبقہ وجود میں آگیا۔ اس طبقہ کا یہ حال تھا، تعلیم جدید نے اس کی فکر و نظر کے زاویوں کو بدل دیا تھا۔ آزادی و حریت، قومی خودداری و غیرت کا احساس تقریباً مردہ ہوچکا تھا اور اس کی جگہ اپنی ہمہ دانی، بے جا عزور و تعلّی نے لے لی تھی۔ دماغ میں تو یہ ہوا بھری تھی، مگر جیب خالی تھی۔ اقبال نے اسی طبقے کو مخاطب کرکے کہا۔

" نوا از سینۂ مرغِ چمن برد

زخونِ لالہ آں سوزِ کہن برد

بایں مکتب بایں دانش چہ نازی

کہ ناں در کف نداد و جان زتن برد " [۱]

حصولِ علم برائے دولت —— کتنا خوبصورت پروگرام ہے۔ مگر کیا ایسا ممکن ہے کہ قومی سطح پر اس کے فوائد مرتب ہوئے ہوں۔ قوموں کی حیات میں چند شخصیات کی مثال پیش کرنا کسی طرح روا نہیں ہوتا۔

خواجہ غلام الحسنین برصغیر کے باشندوں کے لئے سائنس اور صنعت و حرفت کی تعلیم کی ضرورت و اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" ہمارے ہم وطنوں نے تعلیم کا بڑا مقصد یہ سمجھ رکھا ہے کہ بی اے، یا ایم اے کی ڈگری حاصل کرکے سرکاری نوکری حاصل کرلیں۔ اول تو نوکری ہی غلامی ہے۔[۲] دوسرے اس

---

[۱] اقبال اور مسئلہ تعلیم مصنفہ محمد احمد خان مطبوعہ اقبال اکادمی لاہور (۱۹۷۹ء) ص ۴۳ - ۴۲

[۲] حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان اکبر امام احمد رضا قدس سرہما نے برصغیر کے مسلمانوں کی معاشرتی ناگفتہ بہ حالت کو بہتر بنانے کے ۱۹۲۵ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس منعقدہ مراد آباد میں چند تجاویز کا ذکر اپنے خطبہ صدارت میں کیا ہے۔ اس میں ملازمت کی حوصلہ شکنی کی ہے اور صنعتی تعلیم اور تجارت پر زور دیا ہے۔ ملازمت کا حال یوں بیان فرماتے ہیں: "ہمارا ذریعہ معاش صرف نوکری اور غلامی ہے اور اس کی بھی یہ حالت ہے کہ ہندو نواب مسلمان کو ملازم رکھنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ رہیں گورمنٹ ملازمتیں ان کا حصول طول امل ہے۔ اگر رات دن کی تگ و دو اور ان تھک کوششوں سے کوئی معقول سفارش بھی پہنچی تو کہیں امیدواروں میں نام

(بقیہ آئندہ صفحہ)

کا دائرہ اسی نسبت سے روز بروز تنگ ہوتا جاتا ہے جس نسبت سے تعلیم یافتوں کی تعداد میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ پس ضرور ہے کہ اس بھیڑ چال کو روکا جائے۔ میری اس رائے سے کسی کو اختلاف نہ ہوگا کہ موجودہ تعلیم ملک میں مفلسوں کی تعداد میں ترقی دے رہی ہے۔ [۳۵] ماہرین تعلیم نے تعلیم برائے حصول زر کو معاشرتی نکتہ سے بیان کیا ہے۔ مگر اسی نظریہ کو امام احمد رضا قدس سرہٗ نے خالص مذہبی و دینی اعتبار سے دیکھا اور بیان کیا ہے۔ آپ کے نزدیک حصول تعلیم کا مقصد مدعا خدا شناسی و خدارسی ہے۔ آپ کی نظر میں تعلیم کی افادیت اسی وقت مسلم ہوگی، جب اس سے کوئی شرعی مقصود حاصل ہونا مقصود ہو۔ اگر حصول تعلیم کا مدعا اور غرض و غایت صرف یہ ہو کہ حصولِ زر کا ذریعہ بناؤں، تو آپ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس بارے میں آپ کا نظریہ ہے کہ کسی محمود شرعی غرض کے لئے علم حاصل کرو۔ رزق علم میں نہیں۔ وہ تو رزاقِ مطلق کے پاس ہے، وہ خود بندوں کا کفیل ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ کے اس نظریہ کو سمجھنے کے لئے آپ کی درج ذیل نگارشات ملاحظہ فرمائیں

---

[۳۵] حاشیہ فلسفہ تعلیم، مطبوعہ آگرہ (۱۹۰۰ء) ص ۸۶۔

بقیہ حاشیہ:- درج ہونے کی نوبت آتی ہے۔ برسوں بعد جگہ ملنے کی امید پر روزانہ خدمت مفت انجام دیا کرو۔ اگر بہت بلند ہمت ہوئے اور قرض پر بسر اوقات کرکے برسوں بعد کوئی ملازمت حاصل بھی کرلی تو اس وقت تک قرض کا اتنا بار ہوجاتا ہے۔ جس کو ملازمت کی آمدنی سے ادا نہیں کرسکتے .... ہمیں یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہماری روزی نوکری میں منحصر ہے۔ ہمیں حرفے اور پیشے سیکھنا چاہئیں۔ .... اب اس کی تمام قابلیتیں ہیچ ہیں۔ سندیں بے کار ہیں۔ زندگی وبال ہے۔ اولاد کی تربیت اس ناداری میں کیونکر ہوسکے۔ خود تباہ اور نسل برباد۔ لیکن اگر پیشہ ور ہوتا ہاتھ میں کوئی ہنر رکھتا تو اس طرح محتاج نہ ہوجاتا۔ نوکری گئی بلا سے اس کا ذریعہ معاش اس کے ساتھ ہوتا۔ ہمیں نوکری کا خیال ہی چھوڑ دینا چاہیئے۔ نوکری کسی قوم کو معراج ترقی تک نہیں پہنچا سکتی۔ دست کاری اور پیشے اور ہنر سے تعلق پیدا کرنا چاہیئے ....! خطبہ صدارت ۱۹۲۵ء مولانا حامد رضا بریلوی، مطبوعہ بریلی مشمولہ خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس مطبوعہ گجرات (۱۹۷۸ء) ص ۱۷۸ — ۱۸۹

(۱) در حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمدہ است مَنْ اَکَلَ بِالْعِلْمِ طَمَسَ اللّٰہُ عَلیٰ وَجْھِہٖ وَرَدَّہٗ عَلیٰ عَقِبَیْہِ وَکَانَتِ النَّارُ اَوْلیٰ بِہٖ یعنی ہر کہ علم را ذریعۂ جلبِ مال نماید حق عزوجل روئے او را مسخ فرماید واو را بر ہر دو پاشنۂ اش بازگرداند آتش دوزخ باو سزاوارتر باشد۔" [سے]

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء میں ایک تحریر دبدبہ سکندری میں شائع فرمائی۔ اسی تحریر کو صدر الافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی نے اپنے مؤقر جریدہ السوادِ الاعظم میں ۱۳۳۹ھ میں دوبارہ شائع کیا۔ اس تحریر میں مسلمانوں کی اصلاح و فلاح کے لئے چار تدابیر تجویز کی گئیں۔ انہیں تجاویز کا خلاصہ امام احمد رضا قدس سرہٗ کے ایک مکتوب محررہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء بنام الحاج لعل خان صاحب کلکتہ میں ہے ایک حصہ ملاحظہ فرمائیں۔

اب، چہارم (تعلیم) کا حال ناگفتہ بہ ہے۔ انٹرنس پاس کو رزاقِ مطلق سمجھا ہے۔ وہاں نوکری میں عمر کی شرط، پاس کی شرط، پھر پڑھائی وہ مفید کہ عمر بھر کام نہ آئے۔ نہ اس نوکری میں اس کی حاجت پڑے۔ انہی ابتدائی عمر کہ تعلیم کا زمانہ ہے۔ یوں گنوائی اب پاس ہونے میں جھگڑا ہے۔ تین تین بار فیل ہوتے ہیں اور پھر پلٹے چلے جاتے ہیں اور قسمت کی خوبی کہ مسلمان ہی اکثر فیل کئے جاتے ہیں۔ پھر تقدیر سے پاس بھی مل گیا۔ تو اب نوکری کا پتہ نہیں اور ملی بھی تو صریح ذلت کی۔ اور رفتہ رفتہ دنیاوی عزت بھی پالی تو عند الشرع ہزار ذلت کیجئے پھر علم دین سیکھنے اور دین حاصل کرنے اور نیک و بد میں تمیز کرنے کا وقت کون سا آئے گا۔ لاجرم نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ دین کو مضحکہ سمجھتے ہیں۔ اپنے باپ دادا کو جنگلی، وحشی، بے تمیز گنوار، نالائق، بے ہودہ، احمق، بے خرد جاننے لگتے ہیں۔ بغرض غلط اگر ترقی بھی ہوئی تو نہ ہونے سے کروڑ درجے بدتر ہوئی۔ کیا تم علم دین سے غفلتیں ترک کروگے۔ ؟ فھل

[سے] فتاویٰ رضویہ۔ جلد دہم۔ ص ۲۲۔

ترجمہ: حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص نے علم کو جلب مال کا ذریعہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو مسخ فرما دیتا ہے۔ اس کو اس کی ایڑیوں پر پھیر دیتا ہے اور آگ اس کے لئے بہت لائق ہے۔

انتم منتعون"۔ ؎۵

(ج) امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے والد ماجد مولانا محمد نقی علی خان علیہ الرحمۃ (م ۳۰ ذیقعد ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء) کی تصانیف کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا ان میں سے بعض مسودات کو خود ترتیب دیا بعض کتابوں کی تشریح کی۔ اپنے والد ماجد کی تصانیف کا تذکرہ بارہا محبت آمیز انداز میں فرمایا اور ان پر اعتماد فرمایا۔ آپ کے والد ماجد فرماتے ہیں: "امام غزالی احیاء العلوم ؎۶ میں روایت کرتے ہیں۔ مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِينِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ كَفَاهُ اللهُ تَعَالَىٰ مَا أَهَمَّهُ وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ جو شخص دینِ خدا میں دانائی حاصل کرتا ہے۔ خدائے تعالیٰ جل شانہ اس کو اس چیز سے کہ غمگین کرے کفایت کرتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے کہ نہیں جانتا رزق پہنچاتا ہے"۔ ؎۷

(د) امام احمد رضا قدس سرہ کی معاشی حالت قابلِ رشک نہ تھی۔ سوائے زمین کے قطعہ کے اور کوئی جائیداد غیر منقولہ نہ تھی اور نہ کوئی معقول آمدن۔ نہ کسی نواب یا حاکم کی طرف سے وظیفہ لیکن علمی وقار، فقیہانہ شان اور بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ کسی دنیادار کی مدح کر کے مالِ دنیا ملنے کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔ کسی نے کہا کہ ریاست نان پارہ کے نواب کا قصیدہ لکھیں وہ بہت انعام سے نوازے گا۔ اس کے جواب میں آپ نے نواب کی بجائے شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت اقدس لکھی اور مقطع میں اس کارروائی کی طرف اشارہ فرمایا۔

کروں مدح اہلِ دُوَل رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں ؎۸

؎۵ مکتوب امام احمد رضا محررہ صفر ۱۳۳۹ھ بنام الحاج لعل خان صاحب، مشمولہ حیات صدر الافاضل، مؤلفہ سید غلام معین الدین نعیمی، مطبوعہ لاہور۔ بار دوم۔ ص ۱۶۱۔

؎۶ امام غزالی علیہ الرحمۃ۔ کیمیائے سعادت میں فرماتے ہیں ایسے علماء سے علم حاصل کرو جو طالب آخرت ہوں نہ کہ طالبِ دنیا۔ اکسیر ہدایت ترجمہ کیمیائے سعادت مطبوعہ نولکشور ۱۸۹۰ء۔ ص ۶۵۔

؎۷ رسالہ فی فضل العلم والعلماء مصنفہ مولانا نقی علی خان۔ مطبوعہ لاہور۔ ص ۱۰۔

؎۸ حدائق بخشش حصہ اول۔

۹- نظریۂ روحانیت

برصغیر میں اسلام صوفی علماء کی کوششوں سے پھیلا اور جب بھی اسلام پر ابتلا عام کا دور آیا انہی صوفیہ نے بڑھ کر اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ سلطان الہند خواجہ غریب نواز اجمیری، سلطان الاولیا حضور داتا گنج بخش علی ہجویری، مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی، محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور دوسرے علماء نے تصوف کی شیریں مقالی سے اعلاء کلمۃ الحق، تجدید و احیائے دین اور اصلاح احوال کا فریضہ سرانجام دیا۔

امام احمد رضا قدس سرہ کے عہد میں دیگر فتنوں کے علاوہ تصوف سے برگشتہ کرنے کی مذموم سازش کی جا رہی تھی۔ کچھ جاہل متصوف غیر شرعی حرکات کو تصوف کا نام دے رہے تھے۔ اکابر اسلاف کی اتباع میں آپ نے مسلمانوں کے روحانی امراض کے علاج کے لئے تصوف کا مجرب عمل دہرایا.... خود جلیل القدر مشائخ عظام سے سلاسل طریقت کی اجازتیں حاصل کیں اور علماء و مشائخ اخلاف کو ان اجازات سے نوازا۔ اگرچہ مفتی کا کام صرف جسمانی احکام سے متعلق جواز و عدم جواز کا حکم جاری کرنا ہوتا ہے۔ مگر امام احمد رضا قدس سرہٗ نے افتاء کی ذمہ داریوں کے ساتھ تصوف کی تعلیم کو بھی رائج کیا۔

(۱) آپ نے علوم نافعہ کثیرہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے تصوف کو بھی ان علوم نافعہ میں شمار فرمایا۔ فرماتے ہیں۔

اور ان کا ضابطہ یہ ہے کہ وہ علوم جو آدمی کو اس کے دین میں نافع ہوں۔ خواہ اصالۃً فقہ و حدیث و تصوف بے تخلیط و تفسیر قرآن بے افراط و تفریط، خواہ وساطۃً مثلاً نحو و صرف و معانی بیان کہ فی حد ذاتہا امر دینی نہیں مگر فہم قرآن و حدیث کے لئے وسیلہ ہیں۔" [۱]

---

[۱] فتاویٰ رضویہ۔ جلد دہم۔ ص ۱۷۔

(ب) تصوف کے بارے میں اکثر لوگ افراطِ و تفریط میں پڑ کر جادۂ حق سے ہٹ گئے۔ کچھ انکار کر بیٹھے اور کچھ غلو و مبالغہ میں پڑ گئے۔ مگر امام احمد رضا قدس سرہٗ تصوف بے تخلیط کے مؤید و عامل ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

"شریعت اصل ہے اور طریقت اس کی فرع، شریعت منبع ہے اور طریقت اس سے نکلا ہوا دریا۔ طریقت کی جدائی شریعت سے محال و دشوار ہے۔ شریعت پر ہی طریقت کا دارومدار ہے۔ شریعت ہی اصل کار اور محک و معیار ہے۔ شریعت ہی وہ راہ ہے، جس سے وصول الی اللہ ہے۔ اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا، اللہ تعالیٰ کی راہ سے دور جا پڑے گا۔ طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے۔ شریعت مطہرہ ہی کے اتباع کا صدقہ ہے۔ جس حقیقت کو شریعت رَد فرمائے۔ وہ حقیقت نہیں بے دینی اور زندقہ ہے۔" [۲]

(ج) عام حالات میں صوفیہ کرام مخلوق سے منقطع رہتے ہیں۔ انہیں سوائے یادِ خدا کے اور کسی سے غرض نہیں ہوتی۔ مگر جب مسلمانوں پر کوئی افتاد عام آ پڑے تو وہ مصلیٰ و تسبیح کو الگ کر کے میدانِ عمل میں آ جاتے ہیں اور اس ابتلاء عام کا مقابلہ کرتے ہیں۔ دینِ الٰہی کی شکل میں مسلمانوں پر افتاد پڑی، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اس کے خلاف سینہ سپر ہو گئے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں فتنۂ خلق قرآن اٹھا۔ آپ نے اپنی عزیز جان بھی اس راہ میں صرف فرما دی۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ اپنے دور کے بلند مرتبت صوفیہ میں شمار ہوتے ہیں۔ مگر آپ کی عملی زندگی اعتزالی و انحرافی تحریکات کے رد میں گزری۔ فلاسفہ، زنادقہ، فرقِ باطلہ ـــــ سب کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا اور بالآخر کامیاب ہوئے۔ صوفیہ کے مجاہدات اور خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشار فرماتے ہیں۔

"اس کے لئے یہی خدمات (حمایت مذہب حق و رد فرق باطلہ) مجاہدات ہیں۔ بلکہ اگر نیّت صالحہ ہو تو ان مجاہدوں سے اعلیٰ۔ امام ابو اسحٰق اسفرائنی کو جب انہیں مبتدعین کی بدعات کی اطلاع ہوئی پہاڑوں پر ان اکابر علماء کے پاس تشریف لے گئے۔ جو ترکِ دنیا و مافیہا کر کے مجاہدات میں مصروف تھے۔ ان سے فرمایا یَآ اَکَلَۃَ الْحَشِیْشِ اَنْتُمْ ھٰھُنَا وَ اُمَّۃُ

---

[۲] مقال العرفاء مصنفہ امام احمد رضا۔

مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ فِی الْفِتَنِ۔ اے سوکھی گھاس کھانے والو! تم یہاں ہو اور امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فتنوں میں ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ امام یہ آپ ہی کا کام ہے۔ ہم سے نہیں ہو سکتا۔ وہاں سے واپس آئے اور مبتدعین کے رد میں نہریں بہائیں۔'' ۳ے

(د) امام احمد رضا قدس سرہٗ کی عادت مبارکہ یہ تھی۔ بعد نماز عصر مجلسِ عام میں تشریف رکھتے لوگ اپنی مشکلات پیش کر کے حل طلب کرتے۔ اس مجلس میں دیگر موضوعات کے علاوہ تصوف پر گفتگو فرماتے۔ اس گفتگو کو آپ کے خلف اصغر مفتیٔ اعظم محمد مصطفیٰ رضا بریلوی علیہ الرحمتہ نے تین جلدوں میں الملفوظ کے نام سے جمع فرمایا ہے۔ الملفوظ میں بہت سے ایسے ملفوظات ملتے ہیں جن میں تصوف کی تعلیم دی گئی ہے۔

(ہ) مقاصد تصوف کی تبلیغ و تعلیم اور ترویج و اشاعت کے لئے امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز نے مختلف تصانیف فرمائیں۔ چند ایک کے نام یہ ہیں۔

۱۔ الاھلال بفیض الاولیاء بعد الوصال ۔
۲۔ انھار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار
۳۔ ازھار الانوار من ضیاء صلوٰۃ الاسرار
۴۔ طوالع النور فی حکم السراج علی القبور
۵۔ مجید معظم شرح قصیدہ اکسیر اعظم
۶۔ حاشیہ احیاء علوم الدین ۔
۷۔ حاشیہ بہجۃ الاسرار ۔
۸۔ الزمزمۃ القمریۃ فی الذب عن الخمریہ
۹۔ الفوز بالآمال فی الاوفاق والاعمال
۱۰۔ سلطنۃ المصطفٰے فی ملکوت کل الورٰی
۱۱۔ اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المرسلین

۳ے الملفوظ مرتبہ مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا بریلوی جلد اول مطبوعہ کراچی۔ ص ۔ ۱۰۔

۱۲۔ الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ

۱۳۔ کشکول فقیر قادری

۱۴۔ وظیفہ قادریہ

۱۵۔ مقام العرفا وغیرہ

(ن) امام احمد رضا قدس سرہٗ ہر سال بالالتزام اپنے شیخ طریقت حضرت سید آل رسول احمدی مارہروی قدس سرہٗ العزیز کا عرس خود منعقد کرتے اور اس میں تبلیغ وارشاد و تلقین احکام فرماتے۔

تعلیم کی غرض وغایت اطمینان قلب اور یقین کی دولت کا پانا ہے۔ موجودہ تعلیمی ادارے اس غرض کو پورا کرنے سے عاری و قاصر رہے ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ کے نظریہ کے مطابق اگر تصوف و اخلاق کی تعلیم کو درس گاہوں کی تعلیم کا جزو بنا دیا جائے تو دولتِ یقین کا پانا ممکن اور آسان ہو جائے گا۔

---

۱۰ - نظریۂ شعر و ادب

امام احمد رضا قدس سرہٗ کے نزدیک شعر و ادب کی بنیاد سچائی پر ہو۔ کذب، دروغ گوئی اور مبالغہ آمیزی سے پاک ہو۔ ادب زندگی کا عکاس ہو۔ آپ نے جو ادب پیش کیا، اس کی تاثیر برصغیر سے باہر دیگر ممالک میں بھی سنی جا سکتی ہے۔ آپ اردو شاعری میں مولانا کفایت علی کافی شہید جہادِ آزادی اور برادرِ خورد مولانا حسن رضا کا کلام سنتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ یہ دونوں شاعر سچے تھے۔ جھوٹی شاعری کو وقت کا ضیاع و زیاں سمجھ کر اس سے دُور بھاگتے۔

آپ کی شاعری کا محور نعت و منقبت ہے۔ ظاہر ہے اس میں شاعر لوگ اصل مقام سے ہٹ جاتے ہیں۔

نعت گوئی میں آپ کا مسلک سمجھنے کے لئے درج ذیل سطور کا مطالعہ فرمائیں۔

(و) "حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ نہایت آسان سمجھتے ہیں، اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے، تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے، جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلا حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔" [۱]

(ب) بعض جاہلوں کا خیال یہ ہے کہ شعر کی تنگ زمین میں نعت گوئی کے وقت پابندی شرع ممکن نہیں ——— آپ نے اس دعویٰ کی تکذیب کی۔ خود اپنا دیوان اس معیار پر پیش کیا۔ پاس شرع اور نعت گوئی کا اجتماع آپ کے ہاں دیکھا جا سکتا ہے۔

خود فرماتے ہیں۔

---

[۱] الملفوظ، مؤلفہ مفتی اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا بریلوی۔ مطبوعہ کراچی۔ ص ۴۳

Marfat.com

جو کہے شعر و پاسِ شرع دونوں کا حسن کیونکر آئے
لا اُسے پیشِ جلوۂ زمزمۂ رضا کہ یوں !! [۲]

(ج) آپ کی نعت گوئی قرآن سے مستنبط ہے۔ فرماتے ہیں۔

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ [۳]

(د) شاعری اگر آدابِ شریعت سے ہٹ جائے تو مذموم ہے۔ ایسے مبالغہ آمیز اور دروغ گو بے لگام شعراء کے بارے میں قرآن کا فیصلہ سنیئے۔

والشعراء یتبعھم الغاون الآیہ گمراہ لوگ بے ادب شاعروں کی اتباع کرتے ہیں ــــ ہاں اگر شاعری کو آدابِ شریعت کا پابند کر دیا جائے۔ تو وہی محمود و مستحسن ہے۔ اس بارے میں آپ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

"اشعارِ حسنہ محمودہ کا پڑھنا جن میں حمد الٰہی و نعت رسالت پناہی جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و منقبت آل و اصحاب و علمائے دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بروجہ صحیح و نجیح مقبول شرعی یا ذکر موت و تذکیر آخرت و احوال قیامت وغیر ذلک مقاصد شرعیہ ہوں۔ قطعاً جائز و روا" [۴]

(ہ) امام احمد رضا قدس سرہٗ نے نعت گوئی میں الفاظ کے انتخاب کے لئے متقدمین و متاخرین علمائے کرام کی نگارشات کو معیار بنایا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر لفظ شہنشاہ کا استعمال فرمایا، کسی نے اعتراض کیا یہ نعت میں روا نہیں، اس کے لئے ایک مستقل تصنیف "فقہ شہنشاہ و ان القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ" فرمائی۔

(و) امام احمد رضا قدس سرہٗ نے خود کہنے کے علاوہ دوسرے شعراء کے مشکل اشعار کی تشریح بھی کی ہے۔ حضرت شاہ نور عالم میاں مارہروی نے ایک خط میں مرزا سودا کے درج ذیل

---

[۲] حدائق بخشش حصہ اول۔

[۳] حدائق بخشش حصہ اول۔

[۴] فتاویٰ رضویہ جلد دوم۔ ص ۱۷۱۔

شعر کی تشریح طلب کی۔

ہو اجب کفر ثابت ہے یہ تمغائے مسلمانی
نہ ٹوٹے شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی

اس شعر کی تشریح میں قرآنی آیات و احادیث پر مشتمل ایک تحریر سائل کو روانہ فرمائی[شہ]
(م،) امام احمد رضا قدس سرہ کا دور مسلمانوں کی غلامی کا دور تھا۔ دورِ غلامی میں شعر و ادب میں غلامانہ اثرات در آتے ہیں۔ [شہ]۔ مگر آپ نے مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دامن سے وابستہ کر کے ملتِ اسلامیہ کی کشتی کو تلاطم خیز موجوں سے بچالیا۔ ——————

شہ تفصیل ملاحظہ ہو۔ الملفوظ (حصہ اوّل) مؤلفہ مولانا محمد مصطفیٰ رضا بریلوی۔ ص ۴۱ -

نوٹ :۔ مذکورہ شعر کی تشریح اتنی بلند پایہ کی ہے کہ وہ وہم شاعر میں نہ گزری ہوگی۔ فقیر قادری عفی عنہ -

شہ ۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ شبلی نعمانی کی نظم مندرجہ المحجۃ المؤتمنہ مصنفہ امام احمد رضا۔ ص ۹۳ - ۹۴

۱۱- نظریۂ ابتدائی تعلیم

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے ماں باپ تربیت کر کے اس کو یہودی یا نصرانی وغیرہ بنا لیتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے واضح ہوتا ہے کہ بچپن میں ذہن کی تربیت ہی بچے کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ابتدائی عمر میں بچے کو وہ تعلیم دی جائے۔ جس سے وہ صحیح معنوں میں مفید مسلمان بن سکے۔ [۱]

---

[۱] ابتدائی تعلیم کیا ہے اور اس کی اہمیت سے متعلق برصغیر کے علماء و مشائخ اہلِ سنت کا نمائندہ اجلاس آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس نے جو فیصلہ کیا وہ ملاحظہ ہو

۱- "ہر مقام کی سنی کانفرنس کے ارکین کی ایک جماعت اور جہاں سنی کانفرنسیں قائم نہ ہوئی ہوں۔ وہاں کے منتخب افراد امام مسجد یا کسی بااثر شخص کی راہنمائی میں ابتدائی تعلیم کو لازمی و ضروری قرار دینے پہ مسلمانوں کو مجبور کریں اور ہر ہر گھر کے بچوں اور بچیوں کی نگرانی رکھیں۔ ابتدائی تعلیم سے مراد حرف شناسی سکھانا، عبارت خوانی بتانا اور ابتدا ہی سے ایمانیات ضبط کرانا اور اوامر و نواہی کی ترغیب و ترہیب اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور مشہور انبیاء کے مختصر معجزات اور حالات سے باخبر کرنا، یہ ابتدائی تعلیم میں داخل ہے .... (۳) کوشش کی جائے کہ مسلمانوں کے ہر بچہ کو معتد بہ اردو، فارسی ضرور پڑھا دی جائے۔ تاکہ وہ اردو اور فارسی کتابوں کو دیکھ کر مطلب حل کر سکے اور جو علوم کی کتابیں اردو، فارسی زبان میں ہیں۔ ان سے فائدہ حاصل کرے۔ (۴) عربی تعلیم کے لئے تین حصے مقرر کئے جائیں۔ ایک ان لوگوں کے لئے جو بہت کم وقت تعلیم کے لئے دے سکتے ہیں۔ ایک ان کے لئے جو علوم و فنون میں تکمیل چاہتے ہیں۔ اور ایک متوسلین کے لئے۔"

یہ وہی تجاویز ہیں جو حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا نے ۱۹۲۵ء کے خطبہ صدارت میں پیش کیں۔ تجاویز منظور

باقی حاشیہ آگے

ابتدائی تعلیم کے بارے میں امام احمد رضا قدس سرہٗ کا نظریہ نہایت مکمل اور واضح ہے۔ فرماتے ہیں۔

"۔۔۔۔۔۔۔۔۔ زبان کھلتے ہی اللہ اللہ، پھر پورا کلمہ لا الٰہ الا اللہ سکھائے۔ جب تمیز آئے آداب سکھائے۔ کھانے پینے، ہنسنے بولنے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، حیا لحاظ، بزرگوں کی تعلیم، ماں باپ استاد اور دختر کو شوہر کی بھی اطاعت کے طرق و آداب بتائے۔ قرآنِ مجید پڑھائے، استاد نیک صالح متقی صحیح العقیدہ سن رسیدہ کے سپرد کرے اور دختر کو نیک پارسا عورت سے پڑھوائے۔ بعد ختم قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔ عقائد اسلام و سنت سکھائے کہ لوح سادہ فطرت اسلامی و قبولِ حق پر مخلوق ہے۔ اس وقت کا بتایا پتھر کی لکیر ہوگا۔ حضور اقدس رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وتعظیم ان کے دل میں ڈالے کہ اصل ایمان وعین ایمان ہے۔ حضور پرُنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آل واصحاب و اولیاء وعلماء کی محبت وعظمت تعلیم کرے کہ اصل سنت و زیور ایمان بلکہ باعث بقائے ایمان ہے۔ سات برس کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید شروع کردے۔ علم دین خصوصاً وضو، غسل، نماز، روزہ کے مسائل، توکل، قناعت، زہد، اخلاص، تواضع، امانت، صدق، عدل، حیا، سلامتِ صدر ولسان وغیرہا خوبیوں کے فضائل ——— حرص وطمع، حبِ دنیا، حبِ جاہ، ریا، عجب، خیانت، کذب، ظلم، فحش، غیبت، حسد، کینہ وغیرہا برائیوں کے رذائل پڑھائے۔ پڑھانے، سکھانے میں رفق ونرمی ملحوظ رکھے۔ موقع پر چشم نمائی تنبیہ تہدید کرے۔ مگر ہرگز کوسنا نہ دے کہ اس کا کوسنا ان کے لئے سبب اصلاح نہ ہوگا۔ بلکہ اور زیادہ فساد کا اندیشہ ہے۔ مارے تو منہ پر نہ مارے۔ اکثر اوقات تہدید وتخویف پر قانع رہے۔ کوڑا قمچی اس کے پیش نظر رکھے کہ دل میں رُعب رہے۔ زمانہ تعلیم میں ایک وقت کھیلنے کا بھی دے کہ طبیعت نشاط پر باقی رہے۔ مگر زنہار زنہار بری صحبت میں نہ بیٹھنے دے کہ یارِ بد مارِ بد سے بدتر ہے۔۔۔۔!"[سٓ]

کردہ آل انڈیا سنی کانفرنس منعقدہ بنارس ۲۷، اپریل ۱۹۴۶ء مشمولہ خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، مرتبہ محمد جلال الدین قادری۔ مطبوعہ گجرات ۱۹۷۸ء ص ۲۸۱ — ۲۸۲

سٓ فتاویٰ رضویہ۔ جلد دہم۔ ص ۴۶ — ۴۷

ابتدائی تعلیم سے متعلق امام احمد رضا قدس سرہٗ کے نظریات اس قدر واضح ہیں کہ مزید کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔ امام موصوف یہ چاہتے ہیں کہ بچہ بڑا ہو کر زندگی کے جس شعبہ میں داخل ہونا چاہے داخل ہو جائے۔ جو آئندہ کرنا چاہے کرے۔ مگر بنیادی طور پر مسلمان رہے۔ اس کے دل میں اسلام کی عظمت جاگزیں ہو۔ اس لئے وہ ابتدائی عمر میں اسلامی تعلیم پر خصوصی توجہ دیتے ہیں۔

Marfat.com

۱۲- نظریۂ تعلیم نسواں

امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز عورتوں کی تعلیم کے نہ صرف حامی ہیں بلکہ ان کے نزدیک عورتوں کی تعلیم لازمی ہے۔ مگر موجودہ بے راہ رو تعلیم کے سخت مخالف ہیں۔ ان کے نزدیک عورتوں کو بنیادی مذہبی تعلیم دی جائے۔ طہارت، عبادات اور معاملات کی تعلیم دی جائے۔ مگر تعلیم کا ماحول نہایت پاکیزہ اور مستور ہونا چاہئیے۔ ان کی تعلیم کے لئے اعلیٰ کردار کی حامل عورت اساتذہ کا انتخاب کیا جائے۔ انہیں امور خانہ داری کی تربیت دی جائے اور عورتوں سے متعلقہ مخصوص مسائل کی تعلیم دی جائے۔

چونکہ امام احمد رضا قدس سرہٗ ایک فقیہہ ہیں۔ اس لئے وہ عورتوں کے پردہ کے سختی سے پابندی کے قائل ہیں۔ اس حیثیت سے مخلوط تعلیم کا تصور ان کے ہاں گناہ کبیرہ ہے۔ عورتوں کی تعلیم کے بارے میں آپ کے نظریات معلوم کرنے کے لئے ذیل کی عبارات کا مطالعہ ضروری ہے۔

(۱) "حدیث:- طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ کہ بوجہ کثرت طرق و تعدد مخارج حدیث حسن ہے۔ اس کا صریح مفاد ہر مسلمان مرد و عورت پر طلب علم کی فرضیت۔ تو یہ صادق نہ آئے گا مگر اس علم پر جس کا تعلم فرض عین ہو۔"[۱]

---

[۱] فتاوی رضویہ۔ جلد دہم۔ ص ۱۶۔ نوٹ:- حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خلف امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ "لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام بھی نہایت ضروری ہے اور اس میں دینیات کے علاوہ سوزن کاری اور معمولی خانہ داری کی تعلیم تا بحد امکان لازمی ہے۔ پردہ کا خاص اہتمام کرنا چاہیئے۔" خطبہ صدارت آل انڈیا سنی کانفرنس منعقدہ مرادآباد (۱۹۲۵ء) مشمولہ خطبات آل انڈیا کانفرنس۔ ص ۱۴۸۔

(ب) باپ پر جو فرائض اولاد کی تعلیم سے متعلق ہیں۔ ان کی توضیح کے درمیان لڑکیوں کی مفید تعلیم و تربیت کا حکم دیا۔

"........... اسے سینا، پرونا، کاتنا، کھانا، پکانا سکھائے۔ سورۂ نور کی تعلیم دے۔ لکھنا ہرگز نہ سکھائے کہ احتمالِ فتنہ ہے۔" ؎۲

(ج) طالبات کی تعلیم کے لئے ان عورت اساتذہ کا تقرر کیا جائے۔ جو کردار کے اعتبار سے اعلیٰ معیار کی حامل ہوں۔ اساتذہ کی صحبت و تربیت سے کسے انکار ہے۔ جس قسم کی صحبت و تربیت میسر آئے گی۔ وہی اثرات طلباء و طالبات میں پیدا ہوں گے۔ اس لئے ضروری ہے کہ متقی اساتذہ کا انتخاب کیا جائے۔ امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں۔

"اور دختر کو نیک پارسا عورت سے پڑھوائے۔" ؎۳

(د) اگر کوئی ایسا مرحلہ آجائے کہ عورت اساتذہ دستیاب نہ ہوں، مرد اساتذہ سے تعلیم دلوانی پڑے تو اس صورت میں فرض ہے کہ طالبات پردے میں رہیں۔ اس صورت کے متعلق آپ کے ارشادات سنیئے۔

"رہا پردہ اس میں اوستاد و غیر اوستاد، عالم و غیر عالم، پیر سب برابر ہیں۔ نو برس

؎۲ فتاویٰ رضویہ۔ جلد دہم۔ ص ۴۷۔ نوٹ :- جدید تعلیم میں مفید اور غیر مفید علوم میں امتیاز نہیں کیا جاتا۔ صرف رواج کو دیکھا جاتا ہے۔ اس سے طبعی صلاحیتوں کے ضیاع کے ساتھ ساتھ قومی سطح پر جو مفید تعلیم کا نقصان ہو رہا ہے۔ اس کا احساس ہر ذی ہوش کر سکتا ہے۔ لیکن عورتوں کے معاملہ میں بھی لوگ اس سے غافل ہیں۔ صرف نمائشی تعلیم پر اکتفا کر لی جاتی ہے۔ ماہر تعلیم ہربرٹ سپنسر عورتوں کی نمائشی تعلیم کے خلاف یوں لکھتا ہے۔ "یہ مماثلت عورتوں کی تعلیم میں اور بھی زیادہ صراحت کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ جسمانی اور عقلی دونوں قسم کی تربیت کے لحاظ سے مردوں کی نسبت عورتوں میں آرائش کا عنصر زیادہ غالب رہا ہے۔........... علیٰ ہٰذا القیاس عورتوں کی تعلیم میں ہنرمندی اور خوش سلیقگی کے نام سے موسوم کی جاتی ہے۔ اس کو حد تک فوقیت دی گئی ہے۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ نام و نمود کی خواہش فائدہ کے خیال پر غالب آگئی ہے۔ ....." فلسفۂ تعلیم مطبوعہ آگرہ۔ ص ۴۔ ۵

؎۳ فتاویٰ رضویہ۔ جلد دہم۔ ص ۴۶۔

سے کم عمر کی لڑکی کو پردہ کی حاجت نہیں اور جب وہ پندرہ برس کی ہو سب غیر محارم سے پردہ واجب اور نو سے پندرہ تک اگر آثار بلوغ ظاہر ہوں، تو واجب اور نہ ظاہر ہوں تو مستحب۔ خصوصاً بارہ برس کے بعد بہت مؤکد کہ یہ زمانہ قرب بلوغ و کمال اشتہا کا ہے۔" وَمَنْ لَّمْ يَعْرِفْ اَهْلَ زَمَانِهٖ فَهُوَ جَاهِلٌ [سکہ]

سرسید کو بجا طور پر جدید تعلیم کا محرک و داعی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ لڑکیوں کے لئے جدید تعلیم کو نقصان دِہ سمجھتے ہیں، وہ نہیں چاہتے کہ مسلمان طالبات قدیم طرز کی اسلامی تعلیم چھوڑ کر نئی مغرب زدہ تعلیم میں مشغول ہوں۔ ۱۸۸۴ء میں گورداسپور کے مقام پر انہوں نے خواتین پنجاب کے اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"اے میری بہنو! میں اپنی قوم کی خاتونوں کی تعلیم سے بے پرواہ نہیں ہوں، میں دل میں ان کی ترقی تعلیم کا خواہاں ہوں، مجھ کو جہاں تک مخالفت ہے، اس طریقۂ تعلیم سے ہے۔ جس کے اختیار کرنے پر اس زمانہ کے کوتاہ اندیش مائل ہیں۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنا پرانا طریقہ تعلیم اختیار کرنے کی کوشش کرو، وہی طریقہ تعلیم تمہارے لئے دین و دنیا میں بھلائی کا پھل دے گا اور کانٹوں میں پڑنے سے محفوظ رکھے گا۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میری خواہش یہ نہیں ہے کہ تم ان مقدس کتابوں کے بدلے جو تمہاری دادیاں، نانیاں پڑھتی آئی ہیں اس زمانہ کی مروجہ نامبارک کتابوں کا پڑھنا اختیار کرو۔ جو اس زمانہ میں پھیلتی جاتی ہیں، مردوں کو جو تمہارے لئے روٹی کما کر لانے والے ہیں، زمانہ کی ضرورت کے مناسب کچھ ہی علم یا کوئی سی زبان سیکھنے اور کیسی ہی نئی چال چلنے کی ضرورت پیش آئی ہو، مگر ان تبدیلیوں سے جو ضرورتِ تعلیم کے متعلق تم کو پہلے تھی، اس میں کچھ

سکہ فتاویٰ رضویہ، جلد دہم۔ ص ۹۷۔

نوٹ:۔ علی گڑھ یونیورسٹی میں جب مخلوط تعلیم کو جاری کیا گیا تو اس وقت متدین علماء نے اس کی سخت مخالفت کی۔ اس مخالفت میں امام احمد رضا قدس سرہٗ کے خلیفہ مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی سرفہرست ہیں۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔

ماہنامہ السواد الاعظم، مرادآباد، ج ۵، شمارہ ۷، ص ۴۔

تبدیلی نہیں ہوئی۔ تمہارا فرض ہے کہ تم اپنے ایمان اور اسلام سے واقف ہو۔ اس کی نیکی اور خدا کی عبادت کی خوبی کو تم جانو۔ اخلاق میں نیکی اور نیک دلی، رحم و محبت کی قدر سمجھو اور ان سب باتوں کو برتاؤ میں لاؤ۔ گھر کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھو، اپنے گھر کی مالک رہو۔ اس پر مثل شہزادی کے حکومت کرو اور مثل ایک لائق وزیرزادی کے منتظم رہو۔ اپنی اولاد کی پرورش کرو، اپنی لڑکیوں کو تعلیم دے کر اپنا سا بناؤ۔ خدا ترسی، خدا پرستی ہمسایوں کے ساتھ ہمدردی اپنا طریقہ رکھو۔ یہ تمام سچی تعلیم نہایت عمدگی سے ان کتابوں سے حاصل ہوتی ہیں، جو تمہاری دادیاں، نانیاں پڑھتی تھیں، جیسی وہ اس زمانہ میں مفید تھیں۔ ویسی ہی اس زمانہ میں مفید ہیں۔ پس اس زمانہ کی نامفید اور نامبارک کتابوں کی تم کو کیا ضرورت ہے۔؟"۔ [۵۵]

سرسید سے ملتے جلتے خیالات کا اظہار علامہ اقبال نے بھی اپنے اشعار میں کیا۔ اکبر الہ آبادی کے ظریفانہ انداز میں فرماتے ہیں۔

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی
ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ
روشِ مغربی ہے مدِ نظر !!
وضع مشرقی کو جانتے ہیں گناہ
یہ ڈرامہ دکھائے گا کیا سین
پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

تعلیم نسواں کے بارے میں ضربِ کلیم کا ایک قطعہ اقبال کا نظریہ تعلیم جو عورتوں سے متعلق ہے۔ پیش خدمت ہے۔

تہذیب فرنگی ہے، اگر مرگ امومت
ہے حضرت انساں کے لئے اس کا ثمر موت
جس علم کی تاثیر سے "زن" ہوتی ہے "نازن"

---

[۵۵] حیات جاوید، مصنف الطاف حسین حالی، مطبوعہ دہلی (۱۹۳۹ء) ص ۳۱۶ - ۳۱۷ -

کہتے ہیں اسی علم کو ارباب نظر موت
بے گانہ رہے "دیں" سے اگر مدرسۂ زن
ہے عشق و محبت کے لئے علم و ہنر موت

ان اشعار میں تعلیم نسواں کے بارے میں اقبال دو نظریئے پیش کرتے ہیں۔

۱۔ مدرسۂ زن دین سے بے گانہ نہ رہے۔

۲۔ عورت کو ایسی تعلیم نہ دی جائے۔ جس سے وہ "زن" بننے کی بجائے "نازن" بن جائے۔

(۳) عورتوں کی تعلیم کی فرضیت کے قائل ہونے کے باوجود امام احمد رضا قدس سرہٗ کتابت زنان کے مخالف ہیں۔ اس کے لئے وہ احادیث صحیحہ اور تجارب عدیدہ کو بطور شاہد پیش کرتے ہیں۔ کتابت زنان کا مسئلہ اگرچہ علماء میں مختلف فیہ ہے۔ مگر آپ کا موقف یہ ہے۔

مارہرہ مطہرہ سے سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب نے ۳، ربیع الاول ۱۳۱۶ھ کو ایک استفتاء ارسال کیا۔ جس میں استدعا کی گئی کہ عورتوں کی کتابت کے بارے میں اپنے نظریات سے مطلع فرمائیں۔ جواب میں فرمایا۔

"عورتوں کو لکھنا لکھانا شرعاً ممنوع و سنت نصاریٰ و فتح باب ہزاراں فتنہ اور مستان سرشار کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے۔ جس کے مفاسد شدیدہ پر تجارب عدیدہ شاہد عدل ہیں۔ متعدد حدیثیں اس سے ممانعت میں وارد ہیں۔ جن میں بعض کی سند عند التحقیق خود قوی ہے اور اصل متن حدیث کے معروف و محفوظ ہونے کا امام بیہقی نے افادہ فرمایا اور پھر تعدد طرق دوسری قوت ہے اور عمل امت و قبول علماء تیسری قوت اور محل احتیاط و سد فتنہ چوتھی قوت تو حدیث اقل حسن ہے اور ممانعت میں اس کا نص صریح ہونا خود روشن ہے۔ . . . .

یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ اگلے زمانے کی دو چار بیبیوں کے حال فعل سے استناد کا یہاں کوئی محل نہیں پہلے تو عموماً عورت کو حکم تھا کہ پنجگانہ مسجدوں میں حاضر

ہوں۔ پردہ نشینین اگرچہ حالت حیض میں ہوں کہ نماز پڑھ بھی نہیں سکتیں۔ محض شرکت برکت دعا کے لئے عیدگاہوں کو ضرور جائیں اور اب یہ احکام کیوں نہ رہے حضرت ام المؤمنین حفصہ تو ام المؤمنین ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آج فقیہ فاطمہ سمرقندیہ بنتِ امام علاؤالدین رحمہما اللہ تعالیٰ کے مثل کون سی بی بی ہے۔ بلکہ بعد تلاش و تفحص صرف معدود النساء کی کتابت کا پتا چلنا ہی بتا دیتا ہے کہ سلفاً خلفاً علماء و عامہ مومنین کا عمل اس کے ترک ہی پر رہا ہے۔ مرد ہر زمانے میں لاکھوں کاتب ہوئے اور عورتیں تیرہ سو برس میں معدود و بظاہر کتابت ایک عظیم نافع چیز ہے۔ اگر کتابت نساء میں حرج نہ ہوتا۔ جمہورِ امت سلف سے آج تک اس کے ترک پر کیوں اتفاق کرتی۔ بالجملہ سبیل سلامت اسی میں ہے۔ لہٰذا ان اجلہ علماء کرام امام حافظ الحدیث ابو موسیٰ و امام علامہ تورپشتی و امام ابن الاثیر جزری و علامہ طیبی و امام جلال الدین سیوطی و علامہ طاہر فتنی و شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے اسی طرف میل فرمایا۔ وہ ہر طرح ہم سے اعلم تھے۔ اب جو اجازت کی طرف جائے، یا حالِ زمانہ سے غافل ہے یا امتِ مرحومہ کی خیر خواہی سے عاطل۔ .... اس حدیث میں علت نہی کتابت کی طرف اشارہ ہے کہ عورت لکھنا سیکھ کر خود بھی فاسد غرضوں کی طرف راہ پائے گی۔ اور فاسقوں کو بھی اس تک رسائی کا بڑا موقع مل جائے گا۔ جو لکھنا نہ جاننے کی حالت میں نہ ملتا کہ آدمی وہ بات لکھ سکتا ہے۔ جو کسی کی زبانی نہ کہلا سکے گا۔ نیز خط ایلچی سے زیادہ پوشیدہ ہے۔ تو اس میں حیلہ مکر کو بہت جلد راہ ملے گی۔ لہٰذا عورت لکھنا سیکھ کر صیقل کی ہوئی تلوار ہو جاتی ہے۔ انتہی ہندی مثل نے بھی اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا۔ اسے لوری کوئی دیت ہے۔ متوازن ہتھیار ...." [۵]

---

[۵] فتاویٰ رضویہ۔ جلد دہم۔ ص ۱۵۴ — ۱۵۸۔

نوٹ:- ۱۔ احادیث کی عبارت اور علمی بحثیں جو عربی میں ہیں۔ ہم نے نقل نہ کیں۔ ان کا تعلق علماء سے ہے۔

غیر ملکی امداد اور تعلیم

تعلیم کو عام اور سہل بنانے کے لئے اور ہر فرد متنفس کو حصولِ تعلیم کے مواقع فراہم کرنے کے لئے بعض اوقات مسلمانوں کے اپنے مالی وسائل ناکافی ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں بغرض تعلیم غیر مسلموں سے مالی امداد لینا پڑتی ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ کے نزدیک غیر مسلموں کی ایسی امداد قبول کرنا چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

۱۔ امداد، مخالف شرع کاموں کے لئے نہ ہو۔

۲۔ مخالف شرع کاموں کی ترغیب کے لئے نہ ہو۔

۳۔ امداد کو کسی قومی مفاد پر ترجیح نہ دی جائے۔

برصغیر میں انگریزی دورِ اقتدار میں مسلمان اپنی تعلیم کے لئے غیر مسلم حکومت (انگریزوں) سے امداد لیتے رہے۔ بہت سے مدارس اسی امداد پر چلتے تھے۔ اس نظریہ کے مشروط جواز کو آپ نے اس طرح بیان فرمایا۔

"تعلیم دین کے لئے گورنمنٹ (انگریزوں) سے امداد قبول کرنا جو نہ مخالف شرع سے مشروط ہو۔ نہ اس کی طرف منجر ہو تو یہ نفع بے غائلہ ہے۔ جس کی تحریم پر شرع مطہر سے اصلاً کوئی دلیل نہیں۔" [1]

ایک دوسرے سوال کے جواب میں فرمایا۔

"جو مدارس ہر طرح سے خالص اسلامی ہوں۔ اور ان میں وہابیت نیچریت وغیرہما کا دخل نہ ہو ان کا جاری رکھنا موجبِ اجرِ عظیم ہے۔ ایسے مدارس کے لئے گورنمنٹ اگر اپنے پاس سے امداد کرتی لینا جائز تھا، نہ کہ جب وہ امداد بھی رعایا ہی کے مال سے ہے۔" [2]

---

[1] المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ مصنفہ امام احمد رضا مشمولہ رسائل رضویہ جلد دوم، ص ۹۷۔

[2] ایضاً۔ ص ۹۲۔

کتاب اور تعلیم

اس عنوان میں کتاب کی دو حیثیتوں کا تعین مقصود ہے۔

۱۔ ذریعہ تعلیم میں کتاب کا حصہ۔

۲۔ تعلیم میں کیسی کتاب ہونی ضروری ہے۔

۱۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ کے نزدیک کتاب تعلیم کا ایک ذریعہ ہے۔ اس کے علاوہ بھی ذرائع تعلیم ہیں۔ مثلاً وعظ، خطبہ، تبلیغ وارشاد وغیرہ۔

کسی نے عرض کیا کہ کتب بینی ہی سے علم حاصل ہوتا ہے۔

جواب میں فرمایا۔

"یہی کافی نہیں بلکہ علم افواہ رجال سے بھی حاصل ہوتا ہے۔" [۱]

۲۔ تعلیم میں کون سی کتاب معتبر ہوگی ـــــ ایک سوال کے جواب میں آپ نے جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے۔

"کتاب کا چھپ جانا اسے متواتر نہیں کر دیتا کہ چھاپے کی اصل وہ نسخہ ہے۔ جو کسی المار ی سے ملا۔ اس سے نقل کر کے کاپی ہوئی۔ سیدھی صاف باتوں میں کسی کتاب سے کہ ظنی طور پر کسی بزرگ کی طرف منسوب ہو۔ استناد اور بات ہے۔ اور ایسے امر میں جسے سند نے کلمہ کفر بنایا۔ اور اس سے توہین شانِ رسالت کے جواز پر سند لایا۔ اس پر اعتماد اور بات۔ علماء کے نزدیک ادنیٰ درجہ ثبوت یہ ہے کہ ناقل کے لئے مصنف تک سند مسلسل متصل بذریعہ ثقات ہو۔" [۲]

---

[۱] الملفوظ مصنفہ مفتی اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا۔ جلد اول۔ ص ۹۔

[۲] حجت العوار عن مخدوم بہار۔ مصنفہ امام احمد رضا مطبوعہ لاہور۔ ص ۵۔

"آخر قرار داد اس پر ہوا کہ اعتماد اس پر ہے۔ جو ایسی مشہور و معتمد کتابوں میں ہو، جن کی شہرت کے سبب ان میں تغیر و تحریف سے امان ہو" [1]

۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء میں پنجاب یونیورسٹی کے ایم اے عربی کورس میں ڈاکٹر نکلسن کی کتاب تاریخ عربی ادب اور بی اے کے اسلامی تاریخ کے نصاب میں جرمنی کے پروفیسر ڈاکٹر وائلز کی ہسٹری آف دی اسلامک پیپلز داخل تھیں۔ ان کتابوں میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں نہایت بدتمیزی کے کلمات استعمال کئے گئے تھے۔ مسلمانوں نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔ احتجاج کرنے والوں میں حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے خلیفہ مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی سرفہرست ہیں۔ آپ نے اپنے رسالہ السواد الاعظم میں ایک طویل احتجاجی نوٹ لکھا جس میں لکھا۔

"اگر یہ سچ ہے تو جن لوگوں نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے ان کتابوں کا ترجمہ کیا، یا ان کو یونیورسٹی کے کورس میں داخل کرنے کی سفارش کی وہ اسلام کے بدترین دشمن، اور ناپاک دل انسان ہیں۔ اور تمام دنیا کی لعنت و نفرت کے مستحق ہیں......... نیز گورنمنٹ سے پر زور مطالبہ کیا جائے کہ وہ ان کتابوں کی اشاعت کو ایک دم روک دے۔ اور اس کے تمام نسخوں کو ضبط کر لے۔ اور یونیورسٹی کے نصاب سے خارج کر دے۔ جب تک ایسا نہ ہو مسلمان یونیورسٹی سے قطع تعلق کر دیں۔" [2]

ایسی کتابیں، جن میں خلافِ شرع مضامین ہوں۔ منظماتِ بارگاہ خداوندی کی اہانت ہو۔ کسی بدترین کافر و فاسق کی تعریف ہو، کی تعلیم کسی طرح بھی روا نہیں۔

---

[1] ایضاً۔ ص ۷۔

[2] السواد الاعظم مراد آباد۔ جلد ۷، نمبر ۱۰۔ ماہ صفر ۱۳۵۰ھ ص ۹ — ۱۱

Marfat.com

۱۵- ذریعہ تعلیم

تعلیم کے موضوع میں ذریعہ تعلیم ایک اہم تصفیہ طلب امر ہے۔ ذریعہ تعلیم غلط رائج پانے سے اکثر طلباء اعلیٰ تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں۔ قومی صلاحیتیں اجاگر نہیں ہو سکتیں۔ اجنبی زبان میں تعلیم یا مشکل انداز میں تعلیم، دونوں صورتوں میں طالب علم کی علمی ترقی میں حائل ہوتی ہیں۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ کا اس بارے میں نظریہ یہ ہے کہ ابتدائی تعلیم ہر شخص کو اس کی اپنی مادری یا علاقائی زبان میں دی جائے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے مشکل یا غیر ملکی زبان استعمال کی جا سکتی ہے۔ اس نظریہ پر آپ کا پورا فتاویٰ شاہد عادل ہے کہ جس شخص نے جس زبان میں استفتاء پیش کیا اسی زبان میں اس کا جواب دیا اردو، فارسی، عربی حتیٰ کہ انگریزی زبان میں آئے ہوئے استفتاء کو انہی کی زبانوں میں جواب دیا۔ یہاں تک کہ اگر ایک شخص نثر کی نسبت نظم سے زیادہ دلچسپی یا مہارت رکھتا ہے تو اس کا جواب بھی نظم میں دیا۔

۱۶- تعلیم اور غیر متعلقہ امور

تعلیم کو مفید اور معیاری بنانے کے لئے ضروری ہے کہ دورانِ تعلیم غیر مفید اور غیر متعلقہ امور سے بچتا رہے۔ غیر متعلقہ امور میں پڑنا امام احمد رضا قدس سرہٗ کے نزدیک وقت کا زیاں ہے۔ نیز ایسے آدمی کو تعلیم دینا جو خواہ مخواہ تعصب کی آگ کو دل میں رکھتا ہو، بے سود ہے۔

جناب امیر علی رضوی نے موضع سرنیاں ضلع بریلی سے ایک استفتاء پیش کیا کہ فلاں فلاں آپ کے طریق کار، اوقاتِ نماز اور دیگر امور پہ معترض ہیں، ان کی تسلی کے لئے کیا کیا جائے۔ آپ نے جواب لکھا۔

"........ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا - یونہی ہم نے ہر نبی کے دشمن کر دیئے۔ آدمیوں اور جنوں میں کے شیطان کہ ان میں ایک دوسرے کے دل میں جھوٹی بات ڈالتا ہے دھوکے کی۔ جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ برتاؤ رہا تو ان کے ادنیٰ غلام کیوں اپنے آقایانِ کرام کے ترکہ سے محروم رہیں جبکہ ہزاراں ہزار شکر ہے کہ ہم نالائقوں کو اپنے کریموں کے ترکہ سے حصہ ملے۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں۔ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ۔ جاہلوں سے منہ پھیر لو اور فرماتا ہے کہ جاہلوں کے جواب میں یوں کہو، لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ۔ جاہلوں کے منہ لگنا ہم نہیں چاہتے۔ نہ کہ وہ حضرات کہ جاہل بھی ہوں اور کذاب بھی اور مفتری بے حجاب بھی اور معاند متعصب تاب بھی۔ ایسوں کے لئے یہ مناسب ہے کہ ذَرْهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ۔

"انہیں چھوڑ دو اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں"۔ ان تمام مسائل کے روشن بیان ہمارے فتاویٰ میں موجود ہیں۔ مگر متعصب معاند کو علم دینا بے سود اور کذب و افترا کا علاج مفقود۔ .... سائل کو ہدایت کی جاتی ہے۔ کہ کسی کی ایسی بے ہودہ باتیں پیش نہ کرے"۔ [1]

---

[1] فتاویٰ رضویہ۔ جلد دوم۔ ص ۲۳۱

Marfat.com

مآخذ و مراجع

کتاب	مصنف
احکامِ شریعت	امام احمد رضا قدس سرّہٗ
الجزء اللطیف	شاہ ولی اللہ
الطاف القدس فی معرفۃ لطائف القدس	شاہ ولی اللہ
اقبال اور مسئلہ تعلیم	محمد احمد خاں
اقبال نامہ	شیخ عطاء اللہ
انفاس العارفین	شاہ ولی اللہ
اکرام امام احمد رضا	پروفیسر محمد مسعود احمد
اکسیرِ ہدایت (ترجمہ)	امام غزالی
الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ	امام احمد رضا قدس سرّہٗ
الرضا بریلی ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ	
الکشف شافیا فی حکم فونوجرافیا۔	امام احمد رضا قدس سرّہٗ
الحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ	" " "
الکلمۃ الملہمۃ	" " "
بانگِ درا	علامہ اقبال
بریق المنار بشموع المزار	امام احمد رضا قدس سرّہٗ
تاریخ روہیل کھنڈ مع تاریخ بریلی	مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی
تذکرہ محدث سورتی	خواجہ رضی حیدر
تعلیم کا مسئلہ اور اس کا حل	ڈاکٹر برہان احمد فاروقی
تعلیم کی نظریاتی اساس	

تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون	امام احمد رضا قدس سرہٗ
جاوید نامہ	علامہ اقبال
جمہوریت اور تعلیم	سید محمد تقی
چودھویں صدی کے مجدد	مولانا محمد ظفرالدین بہاری
حدائقِ بخشش	امام احمد رضا قدس سرہٗ
حجب العوار عن مخدوم بہار	امام احمد رضا قدس سرہٗ
حسام الحرمین	" " "
حیاتِ مولانا احمد رضا بریلوی	پروفیسر محمد مسعود احمد
حیاتِ اعلیٰ حضرت	مولانا ظفرالدین بہاری
حیات صدر الافاضل	سید غلام معین الدین نعیمی
حیاتِ جاوید	الطاف حسین حالیؔ
خاتمہ تاویل الاحادیث	شاہ ولی اللہ
خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس	محمد جلال الدین قادری
دوامغ الحمیر	جماعت رضائے مصطفیٰ بریلیؔ
رسالہ فی فضل العلم والعلماء	مولانا محمد نقی علی خاں
رموزِ بیخودی	علامہ اقبال
زہرۃ الصلاۃ من شجرۃ الائمۃ الھداۃ	امام احمد رضا قدس سرہٗ
سالانہ رپورٹ ندوۃ العلماء ۱۳۱۲ھ	
السواد الاعظم مراد آباد جلد ۲، نمبر ا۔	جلد ۲، نمبر ا
" "	جلد ۵ نمبر ۲
" "	جلد ۵ نمبر ۱
شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان	حکیم محمود احمد برکاتی
شہنشاہ وان القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ	امام احمد رضا قدس سرہٗ

فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں	پروفیسر محمد مسعود احمد
فتاویٰ رضویہ (جلد اوّل)	امام احمد رضا
فتاویٰ رضویہ (جلد دوم)	" " "
" دہم	" " "
فلسفۂ تعلیم	ہربرٹ سپنسر (ترجمہ غلام حسنین پانی پتی)
کشف المحجوب فارسی	داتا گنج بخش سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ
کشکول فقیر قادری	امام احمد رضا قدس سرہٗ
گناہ بے گناہی	پروفیسر محمد مسعود احمد
الملفوظ (جلد اوّل)	محمد مصطفیٰ رضا
" (دوم)	"
المیزان بمبئی	امام احمد رضا نمبر
مختصر احیاء العلوم	امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
مسلمانوں کی گزشتہ تعلیم	شبلی نعمانی
مقال العرفاء	امام احمد رضا قدس سرہٗ
مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم	امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
ماہنامہ فاران کراچی	جون ۱۹۶۵ء
مجموعہ وصایا اربعہ	پروفیسر محمد ایوب قادری
مثنوی مسافر	علامہ اقبال
نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان	امام احمد رضا قدس سرہٗ
نزہۃ الناظرین	
ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں	مولوی ابوالحسنات ندوی

نعت شریف

عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے
جانِ مراد اب کدھر ہائے ترا مکان ہے

بزمِ ثنائے زلف میں میری عروسِ فکر کو
ساری بہارِ ہشت خُلد چھوٹا سا عطر دان ہے

عرش پہ جا کے مرغِ عقل تھک کے گرا غش آ گیا
اور ابھی منزلوں پرے پہلا ہی آستان ہے

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش میں طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے

اک ترے رُخ کی روشنی چین ہے دو جہان کی
اِنس کا اُنس اُسی سے ہے جان کی وہ ہی جان ہے

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

گود میں عالمِ شباب حالِ شباب کچھ نہ پوچھ
گلبنِ باغِ نور کی اور ہی کچھ اُٹھان ہے

مجھ سا سیاہ کار کون اُن سا شفیع ہے کہاں
پھر وہ تجھ ہی کو بھول جائیں دل یہ ترا گمان ہے

پیشِ نظر وہ نوبہار سجدے کو دل ہے بیقرار
روکیے سر کو روکیے ہاں یہی امتحان ہے

شانِ خدا نہ ساتھ دے اُن کے خرام کا وہ باز
سدرہ سے تا زمیں جسے نرم سی اک اُڑان ہے

بارِ جلال اٹھا لیا گرچہ کلیجہ شق ہوا
یوں تو یہ ماہِ سبز رنگ نظروں میں دھان پان ہے

خوف نہ رکھ رضاؔ ذرا، تُو تو ہے عبدِ مصطفیٰ
تیرے لیے امان ہے تیرے لیے امان ہے

مُناجات

از: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، رحمۃ اللہ علیہ

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہِ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یا الٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادیِ دیدارِ حُسنِ مصطفےٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی گورِ تیرہ کی جب آئے سخت رات
اُن کے پیارے رُخ کی صبح جانفزا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب پڑے محشر میں شورِ دار و گیر
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
صاحبِ کوثر شہِ جُود و عطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی سرد مہری پر ہو جب خورشیدِ حشر
سیدِ بے سایہ کے ظلِّ لوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی گرمیِ محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامنِ محبُوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی نامۂ اعمال جب کُھلنے لگیں!
عیب پوشِ خَلق ستارِ خطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب بہیں آنکھیں حسابِ جرم میں
ان تبسم ریز ہونٹوں کی دُعا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب حسابِ خندۂ بے جا رُلائے
چشمِ گریانِ شفیعِ مُرتجےٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی رنگ لائیں جب میری بے باکیاں
ان کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب چلوں تاریک راہِ پُل صراط
آفتابِ ہاشمی نور الہدےٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب سرِ شمشیر پر چلنا پڑے
رَبِّ سَلِّم کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو

یا الٰہی جو دُعائے نیک میں تجھ سے کروں
قدسیوں کے لب پہ آمین رَبَّنا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب رضا خوابِ گراں سے سر اٹھائے
دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفےٰ کا ساتھ ہو

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور؟

احمد رضا! مجددِ دوراں تمہی تو ہو
محبوبِ کبریا کے ثنا خواں تمہی تو ہو

جادہ شناسِ منزلِ ایماں تمہی تو ہو
مسند نشینِ محفلِ ایقاں تمہی تو ہو

بزمِ وفا کی شمعِ فروزاں تمہی تو ہو؛
جس سے حریمِ نعت ہے تاباں، تمہی تو ہو

تم رہبرِ افاضلِ ملت ہو بالیقیں
بحرِ علوم و شارحِ قرآں تمہی تو ہو

سالارِ کاروانِ محبانِ مصطفیٰ
مدحت سرائے خواجۂ گیہاں تمہی تو ہو

تم ہو امامِ نغمہ گرانِ شہِ اُمم
اور جانشینِ حضرتِ حسّاں تمہی تو ہو

رودادِ شوق دم سے تمہارے ہے باثمر
یعنی کتابِ عشق کے عنواں تمہی تو ہو

للہ قمر کو فکرِ منوّر کی بھیک دو
مینارِ نورِ حکمت و عرفاں تمہی تو ہو

(رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ)

(یکم رجب المرجب ۱۴۰۳ھ) ــــــ نذر گزار۔ قمر یزدانی پنوانہ ضلع سیالکوٹ
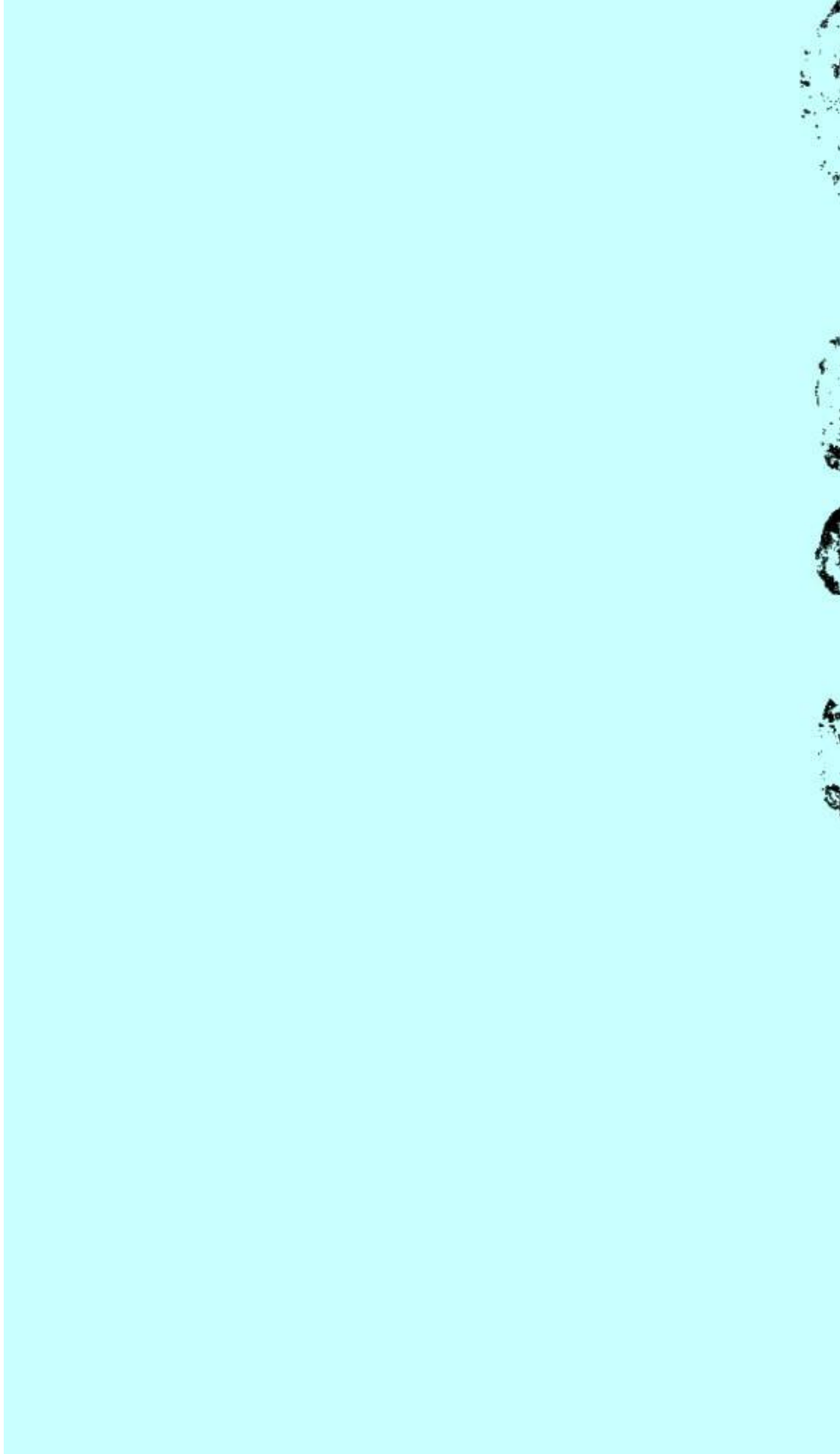
زخیرہ کتب:۔ محمد احمد ترازی

اپیل

۱ فرائض وواجبات کی ادائیگی کو ہر کام پر اولیت دیجئے۔ اسی طرح حرام اور گ
ناموں اور بدعات سے اجتناب کیجئے کہ اسی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

۲ فریضۂ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ تمام تر کوشش سے ادا کیجئے کہ کوئی ریاضت ل
ان فرائض کی ادائیگی کے برابر نہیں ہے۔

۳ خوش اخلاقی، حسنِ معاملہ اور وعدہ وفائی کو اپنا شعار بنائیے۔

۴ قرض ہر صورت میں ادا کیجئے کہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں
قرض معاف نہیں کیا جاتا۔

۵ قرآن پاک کی تلاوت کیجئے اور اس کے مطالب سمجھنے کے لیے کلام پاک کا بہ
ترجمہ "کنز الایمان" از امام احمد رضا بریلوی پڑھ کر ایمان تازہ کیجئے۔

۶ دین متین کی صحیح شناسائی کے لیے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلو
دیگر علماء اہل سنت کی تصانیف کا مطالعہ کیجئے۔ جو حضرات خود نہ پڑھ سکیں وہ
پڑھے لکھے بھائی سے درخواست کریں کہ وہ پڑھ کر سنائے۔

۷ فاتحہ، عرس، میلاد شریف اور گیارہویں شریف کی تقریبات میں کھانے
اور پھلوں کے علاوہ علماء اہل سنت کی تصانیف بھی تقسیم کیجئے۔

۸ ہر شہر اور ہر محلہ میں لائبریری قائم کیجئے اور اس میں علماء اہل سنت کا لٹریچ
کیجئے کہ تبلیغ دین کا اہم ترین ذریعہ ہے۔

۹ ہر شہر میں سنی لٹریچر فراہم کرنے کیلئے کتب خانہ قائم کیجئے یہ تبلیغ بھی ہے اور بہترین تجارت

۱۰ انجمن طلباء اسلام کی ہر ممکن امداد اور سرپرستی کیجئے۔

۱۱ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام و فرامین جاننے، ا
عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کیلئے دعوتِ اسلامی کی تحریک میں بھرپور
فعالیت کیجئے

۱۲ مرکزی مجلسِ رضا لاہور کی رکنیت قبول کیجئے، رکنیت فارم مجلس کے دفتر سے طلب کیجئے

مرکزی مجلس رضا لاہور پوسٹ بکس نمبر ۲۲۰۶